



تغیر کی دنیا میں روح افزا کو دوام حاصل ہے۔

شروبات میں سرفہرست
روح افزا



ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں



نیشنل کارپوریشن

لاہور، پاکستان

شے نمبر 1 616001 سے 616005 (5 لائیں)



مجلس ادارت

صدر مجلس حکیم محمد سعید
مدیر اعلیٰ مسعود احمد برکاتی
مدیر اعزازی سعید راشد



رجب المرجب — ۱۴۰۴ ہجری

اپریل — ۱۹۸۴ عری

جلد — ۳۲

شمارہ — ۴

قیمت — ۳/۰۰ روپے

سالانہ — ۳۰/۰۰ روپے

سالانہ (جسٹریس) — ۶۶/۰۰ روپے



پتا:

ہمدرد نونهال
ہمدرد ڈاک خانہ
کراچی ۱۸

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے نونهالوں کی تعلیم و تربیت اور صحت و سترت کے لیے شائع کیا

اس رسالے میں کیا کیا ہے

۵۲	جناب فیض لودھیانی	دھک (نظم)	۳	جناب حکیم محمد سعید	ھاگو جگاؤ
۵۴	جناب مشتاق	کارٹون	۴	مسعود احمد برکاتی	پہلی بات
۵۵	جناب علی نامریزی	ہمدردانہ انکلو پیڈیا	۵	نقے گل ہیں	خیال کے بھول
۵۶	جناب عبدالحمید قریشی	وہ اندھا ہو گیا	۶	جناب شان الحق حقی	شعروں میں بھول (نظم)
۶۳	نقے آرٹسٹ	نورنماں معبود	۸	جناب ندامت پٹواری	مچھلی کا بیاد
۶۴	نقے صحافی	اشہد لورنماں	۱۱	مسعود احمد برکاتی	دوساں درو ملک
۶۷	جناب علی اسد	ہوا میں ام زندہ ہیں	۱۵	جناب غنی دہلوی	شاعر مشرق (نظم)
۷۰	جناب مرزا اقبال	عارف پہ کیا گزری	۱۶	جناب ندیم حارثی	کسان کا چھوٹا بیٹا
۷۷	معلومات عامہ ۲۱۶	ادارہ	۲۲	جناب ڈاکٹر محمد عبداللطیف	بچوں کا اقبال
۷۹	صحف مندر لورنماں	ادارہ	۲۷	جناح معراج	راز دہل برحسے
۸۰	اس شمارے کے مشکل الفاظ ادارہ		۳۷	جناب حکیم محمد سعید	طب کی روشنی میں
۸۱	نقے مزاح نگار	مسکراتے رہو	۴۱	حضرت علیؑ کا ایک فیصلہ
۸۳	نقے لکھنے والے	لورنماں ادیب	۴۳	گمشدہ اونٹ اور چاندی
۱۰۱	لورنماں پڑھنے والے	خط ہی خط	۴۵	ہاذوق لورنماں	تجھے
۱۰۷	معلومات عامہ ۲۱۶ کے جوابات ادارہ		۴۹	اس رسالے کا کھلاڑی	دیم ہاری

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق جہ شرمی سے محفوظ رکھیں۔

اس رسالے کی تمام کاپیاں کے کردار اور واقعات فرضی ہیں۔ ان میں سے کسی کی کسی حقیقی شخص یا واقعے سے مطابقت محض اتفاقی ہو سکتی ہے جس کے لیے ادارہ ذمہ دار نہ ہو گا۔

محمد حمید پاشا نے اس پر نثر لکھی ہے چھپا کر ادارہ مطبوعات ہمدرد ناظم آباد کراچی نمبر ۱۷ شائع کیا۔

جائیداد

علم حاصل کرنے کے کئی ذریعے ہیں۔ ان میں سے ایک ذریعہ سفر بھی ہے۔ علم تجربے سے بختہ ہوتا ہے۔ جو باتیں انسان کتابوں میں پڑھتا ہے وہ اگر خود دیکھ بھی لے تو بہت اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہیں۔ گویا مشاہدہ بھی علم کا ایک حقہ ہے، اس لیے مطالعے کی طرح مشاہدے سے بھی علم حاصل ہوتا ہے سفر میں نئے نئے مشاہدے ہوتے ہیں۔ نئے نئے لوگوں سے ملنا ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے لباس، ان کی زبان، ان کے کھانے پینے پر بنے سنے کے طریقے، ان کی دلچسپیاں، ان کی فرصت کے مشغلے، ان کے کھیل، حاشے۔ یہ سب کچھ مسافر اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور سنتا ہے۔ اس کا ذہن وسیع ہوتا ہے۔ مسافر جن جگہوں پر، جن ملکوں اور شہروں میں جاتا ہے ان کی عمارتیں، ان کے گھر، ان کی سڑکیں، ان کے باغات، ان کے دریا، ان کے جنگل دیکھتا ہے اور بہت سی نئی باتیں سیکھتا ہے۔ سفر سے انسان کا خوف بھی قند ہوتا ہے۔ اس میں خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

سفر سے جہاں دوسری قوموں کی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں وہاں اپنی خوبیوں کا بھی احساس ہوتا ہے۔ آدمی کے دل میں اپنی قوم کی قدر و عزت بڑھتی ہے اور اس میں آگے بڑھنے، ترقی کرنے کی انگ پیدا ہوتی ہے، اسی لیے سفر کو وسیلہ تفر کہا جاتا ہے۔ جب تک بھول باغ میں رہتا ہے تو سب بھولوں کے برابر رہتا ہے، لیکن باغ سے نکل کر بھول کی قدر بڑھتی ہے اور وہ گلے میں پھنسا جاتا ہے، سڑ میں لگایا جاتا ہے۔ یہ سب اس لیے ہوا کہ بھول اپنے گھر سے باہر نکلا، گویا اس نے سفر کیا۔

تمہارا دوست اور ہمدرد

حکیم محمد سقین

پہلی بات

مسعود احمد برکاتی

ہمدرد نونہال کی مقبولیت جس تیزی سے بڑھ رہی ہے، اس کی خوشی آپ کو بھی ہے کہ آپ کا رسالہ اتنے لوگ پڑھتے ہیں۔ ہمیں بھی خوشی ہوتی ہے کہ ہماری محنت کام آئی۔ آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ہمدرد نونہال سب سے اچھا اور سب سے بڑا رسالہ ہونے کے ساتھ ساتھ سب سے سستا بھی ہے۔ یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ہنگامی برہمچی جارہی ہے۔ ہر چیز کی قیمت میں اضافہ ہو گیا، لیکن اس کے باوجود ہم قیمت نہیں بڑھا رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ نونہالوں کے پاس پیسے کم ہوتے ہیں اور ہمدرد نونہال شہروں میں ہی نہیں گاؤں میں بھی پڑھا جاتا ہے اور ہمارا مقصد یہ ہے کہ نونہالوں کی معلومات میں اضافہ ہو اور وہ تعلیم میں خوب آگے بڑھیں۔ اس لیے ہمدرد فاؤنڈیشن نونہالوں کی تعلیم کے لیے یہ نقصان برداشت کرتا ہے۔

ہمدرد نونہال میں ہم نونہالوں کی دل چسپی اور معلومات کے لیے نئی نئی چیزیں بڑھاتے رہتے ہیں کہ عیلول کے متعلق مضمون نونہال بہت پسند کر رہے ہیں۔ قسط وار کہانی "عارف بہ کیا گزری" اب ختم ہوا چاہتی ہے۔ ہم اب نئی قسط وار کہانی کی تیاری کر رہے ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ ایسی کہانی دیں کہ مزہ آجائے۔ خاص نمبر کی تیاری بھی کر رہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ نمبر بھی خاص الخاص ہو اور ہمدرد نونہال کا نام ہمیشہ کی طرح ادب بچا رہے۔

اچھا اب ایک خط پڑھیے:

"میں اسکول میں بچوں کو پڑھاتی ہوں اور میری مشکل یہ ہے کہ مہینے کے پہلے ہفتے میں بچوں کے پاس ہمدرد نونہال ہوتا ہے اور جب میں راولڈ لگا کر دوسری طرف جاتی ہوں تو بچے ہمدرد نونہال نکال کر پڑھنے لگتے ہیں۔ جب منع کرتی ہوں تو کہتے ہیں اب آپ بتائیں میں کیا کروں؟"۔ ری، کراچی عزیزو! صرف یہ نکتہ یاد رکھو کہ ہر کام وقت پر اچھا ہوتا ہے۔ کلاس میں استاد جو پڑھاتے ہیں اُس پر پردی توجہ کرو اور سمجھنے کی کوشش کرو۔ کلاس میں صرف نصاب کی کتاب پڑھو۔ ہمدرد نونہال گھر پر پڑھا کرو۔ کلاس میں پڑھنے سے تمہارا نقصان ہو گا۔ استاد بھی ناراض ہوں گے اور سچی بات یہ ہے کہ ہم بھی خوش نہ ہوں گے۔ ہمارا مقصد ہی یہ ہے کہ تم سارے کام وقت پر کرو اور خوب تر بنی کرو۔

ہمدرد نونہال، اپریل ۱۹۸۳ء

حال کے کھول

معیقول سے پریشان ہے۔

مرسلہ: کامران احمد نعمانی، کراچی

● جالینوس

وہ شخص تعریف کا مستحق ہے جو جہلم کی قوت سے غصب کی شدت کو ختم کر دے۔

مرسلہ: صہیل احمد گجرات

● الیگزینڈر پوپ

غصہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم دوسروں کی غلطیوں کا انتقام اپنے آپ سے لیتے ہیں۔ یہ کتنی حیرت انگیز و مفکد خیز بات ہے۔

مرسلہ: صہبی شمیم کاطلی، کراچی

● شکسپئر

نافرمان بیٹے کا وجود سانپ کے زہر سے زیادہ ہلک ہوتا ہے۔

مرسلہ: سلیم انور عباسی، کراچی

● آئن سٹائن

میں خوش رہتا ہوں کیوں کہ کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔

مرسلہ: لبنی صدیقی، کراچی

● حکیم محمد سعید

علم کی محبت اور استاد کی عزت کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

مرسلہ: ساجد زہری، کراچی

● حضور اکرمؐ

جب نیکی تمہیں مسرور کرے اور براہی افسردہ کرے تو تم مومن ہو۔

مرسلہ: آفتاب حسین کھڑی، کراچی

● حضرت علیؑ

خوش اخلاقی سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے۔

مرسلہ: شہزادی بیبی معنی ناز، کھڑو

● بطلمیوس

مزدوریات کو کم کر لینا سب سے بڑی مال داری ہے۔

مرسلہ: سید مختار حیدر، ملہ گنگ

● ابن زیدون

دوست کا عیب اس سے چھپانا خیانت ہے اور دوسروں کو تینا ناخبت ہے۔

مرسلہ: رفیعہ صابر علی، حیدر آباد

● علامہ اقبال

طاقت کا سرچشمہ فراست ہے۔ جب طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر محض اپنی ہی ذات پر بھروسا کر لیتی ہے تو نتیجہ خود طاقت کا زوال ہوتا ہے۔

مرسلہ: مریم، کراچی

● افلاطون

وہ شخص عقل مند نہیں جو دنیاوی لذتوں سے خوش اور

شعروں میں پھول

شان الحق حقی

اب سے پہلے آپ کو شعروں میں چھپا کر کچھ مٹھائیاں اور پھر پھل پیش کیے گئے تھے۔ اب کے پھولوں کی ہادی ہے۔ نیچے دیے ہوئے شعروں میں کچھ پھول چھپے ہیں۔ تلاش کیجیے۔ اگر یہاں نہ مل سکے تو شعروں کے آخر میں مل جائیں گے۔

مرتبے لاکھ لوگ پا جائیں
دیکھو لے کر یہاں سے کیا جائیں

اُونچا رکھنا سبز ہلالی پرچم پاکستان کا
عالم کو دکھلاؤ جیالودم غم پاکستان کا

گوکچ کا کھڑکا ہو، خطرناک وکٹ ہو
کہتا ہے یہی جی کہ جو گیند آئے وہ ہرٹ ہو

صدقے میں آدمی سلطنت راجا نے جب خیرات کی
رانی نے آنکھیں کھول دیں ہوش آگیا اور بات کی

جب آئی قلعے کی جانب سے آوازِ بگل آبادی میں
سب چونک پڑے اور بچے لگی اک بل بل بل آبادی میں



پوچھے گئے جب دام تو قصاب یہ بولا
جو مول ہے پاؤں کا وہی مول ہری کا

ان کے آنے پہ اُجالا سا ہوا
مرغ بھی اقلِ شب بول پڑا

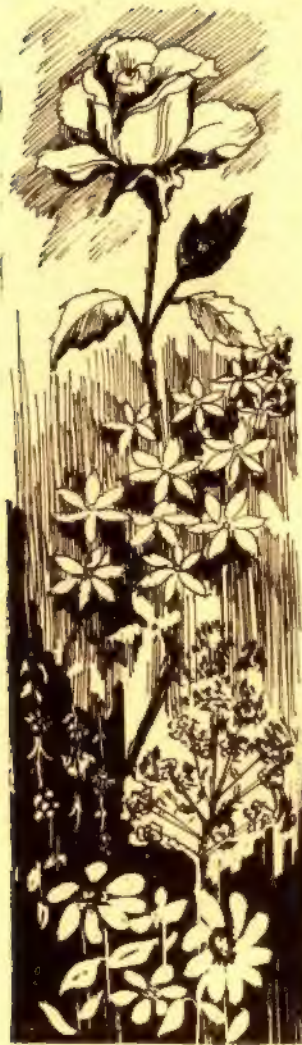
اپنی باتوں سے تو حاتم کے چھا گئے ہیں وہ
وقت پر تم دیکھنا فرمانے کیا لگتے ہیں وہ

یوں تو ہیں شاخوں پر دیکھو کیسے کیسے پھول
میری بھی جھولی میں ہیں کچھ ٹوٹے سوکھے پھول

ہنستے گاتے بے نماز اپنا بھی روزہ ہو گیا
بات گو آدمی نبی، لو فرض پورا ہو گیا

تھوپ کر خود پہ بے تحاشا رنگ
ایسے کرتے ہیں کچھ گنوار سنگھار
جس طرح لے کے نیلا پیلا رنگ
برتنوں کا کرے کھار سنگھار

نیلا پردا ادوی گوٹ اتنی بے میل
اس پر پیلے دھاگوں سے انگور کی بیل



(۱) بیلا (۲) چمپا (۳) گیندا (۴) رات کی رانی (۵) گلاب (۶) موسری (۷) دھلی (۸) شبنم
(۹) دھلی (۱۰) نیلوفر (۱۱) ہار سنگھار (۱۲) دھلی (۱۳) داؤدی۔

مچھلی کا بیاہ

نام تیا لوری

گڈے اور گڑیا کا بیاہ تو سب نے سنا ہوگا، مگر مچھلی کا بیاہ شاید ہی کسی نے سنا ہو۔
 پھر آج ہم ایک مچھلی کے بیاہ کی کہانی سناتے ہیں جس نے ایک امیر آدمی کو تباہی سے بچا لیا۔
 بابو درگا ہی خاں ضلع رائے بریلی (اودھ) کے ایک بڑے زمین دار تھے۔ جن کے باپ
 دادا نے غدر میں انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔ اس لیے انگریزوں نے اُن کو "تعلقہ دار" یعنی
 چوٹا موٹا راجا بنا دیا تھا۔

جب درگا ہی خاں کے باپ مرے تو یہ بہت چھوٹے تھے، اس لیے اُن کی چوٹی ہی ریاست



”اُونچا ہلہ“ کو سرکار نے اپنے انتظام میں لے لیا، مگر بالوجہ کے جان ہوتے ہی ان کی ریاست اُن کے حوالے کر دی گئی۔

ادھر کے امیروں، نوابوں اور دوسرے تعلقہ داروں کی طرح بالوجہ بھی بڑے ہی فضول خرچ اور کھانے اُڑانے والے آدمی تھے۔ بلا محنت کے اتنی بڑی ریاست اور مال تال دیکھتے ہی اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ رُپیہ پانی کی طرح بہنے لگا۔ خود غرض اور مطلبی دوستوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ نئے نئے ٹھاٹ باٹ، ناچ رنگ کی محفلیں اور سرور شکار سب ہی کچھ شروع ہو گیا۔ بالوجہ کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا۔ آئے دن گوشتی ندی کے کنارے بیٹھے رہتے۔ سارا دن بالوجہ دھوپ میں بیٹھے بیٹھے پسینہ پسینہ ہو جاتے۔ ایک دن یوں ہی مچھلی کے شکار کے لیے ندی کے کنارے گئے ہوئے تھے۔ سارا دن دھوپ میں تپتے گزر گیا۔ کوئی مچھلی بھی ہاتھ نہ آئی۔ بہت پریشان ہوئے۔ آخر شام ہوتے ہوتے ایک بڑی خوب صورت سنہری مچھلی ہاتھ آئی۔ جب محنت و مشقت سے کوئی چیز ملتی ہے تو آدمی اس کی بڑی قدر کرتا ہے۔ یہی حال اس مچھلی کا ہوا۔ بالوجہ نے حکم دیا کہ یہ مچھلی زندہ گھر پہنچائی جائے۔ میں اس کا بیاہ کر دوں گا۔ حکم کی دیر تھی۔ ایک بڑے سے مٹکے میں صاف پانی بھر کر مچھلی ان کے گاؤں پہنچائی گئی اور وہاں ایک چھوٹا سا خوب صورت حوض بنا کر اس میں مچھلی چھوڑ دی گئی۔ اس مچھلی کا دل بھلانے کے لیے اور بہت سی مچھلیاں اس حوض میں ڈال دی گئیں اور مچھلی کے بیاہ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ سچے موتی کے ہار اور سونے چاندی کے بہت سے گنے مچھلی کے لیے بنوا کر شادی کے خط چھے۔ لکھنؤ سے بھانڈ بھوانے گئے اور طرح طرح کے ناچ رنگ کا انتظام کیا گیا۔ دھن کے لیے ایک دو لہا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ ماہی گیروں نے ایک ”مہاشیر“ مچھلی دو لہا بنانے کے لیے ڈھونڈ لی۔ بیاہ کا دن آیا۔ پاس پڑوس کے ہزاروں چھوٹے بڑے زمیں دار، راجا، نواب اور امیر شادی میں شرکت کے لیے آپہنچے۔ سیکڑوں طرح کے کھانے پکے۔ رنگ رنگ کے باجے بچے۔ ایک شیشے کی بہت بڑی لگن میں جس پر موتیوں سے گندھا ہوا ہار پڑا تھا مچھلیوں کا یہ جڑا تیر رہا تھا۔ یہ لگن محفل میں لا کر رکھی گئی۔ ایک جھوٹ موٹ کے مولوی نے آکر ان کا نکاح پڑھایا اور مبارک سلامت کا غل چنے لگا۔

جب دعوت ختم ہوئی تو ناچ رنگ شروع ہو گیا۔ بالوجہ اور بہت بڑے بڑے راجے اور

امیر گاؤں کیوں سے لگے بیٹھے گا ناٹن رہے تھے کہ پشاور کی بڑی باندھ ایک خان بابو جی کے پاس آیا۔ اُس نے بھری محفل میں اُن سے اپنے رُپے کا تقاضا کیا۔ بابو جی پر اس پٹھان کا رُبیہ بیچ باقی تھا۔ اس بھری محفل میں تقاضا کر کے اس پٹھان نے ان کی بڑی بے عزتی کی، لیکن اس بے عزتی نے بابو جی کی آنکھیں بھی کھول دیں۔ خان کا رُبیہ تو اُسی وقت ادا کر دیا، مگر فوراً ہی ناچ رنگ کی محفل بھی اٹھادی گئی۔ سب پھلیاں اُسی وقت گومتی ندی میں ڈلوادی گئیں۔ نظر چمکتے ہی بابو جی پہلے سے نہ رہے۔ تمام امیری کے ٹھاٹ باٹ ختم کر دیے۔ شان و شوکت کی تمام چیزیں بیچ ڈالیں۔ مغزوں اور مہاجروں کو نکال دیا۔

فصول نو کروں کو جواب دے دیا اور شرعی سادی زندگی بسر کرنے لگے۔ چالیس پچاس سال کی یہ بات ہے۔ بابو درگا ہی خاں جب مرے تو اُن کے خزانے میں لاکھوں رُپے کی تھیلیاں اور چاندی سونے کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ (پیامِ تعلیم، نئی دہلی کے شکر یہ کے ساتھ)

آپ اور آپ کا دوست

اچھے بچے کوئی اچھی چیز پالیتے ہیں تو اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو بھی بتاتے ہیں۔ ہمدرد نو نال اچھے بچوں کا رسالہ ہے۔ آپ اچھے بچے ہیں۔ آپ اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے بھی ہمدرد نو نال کا تعارف کرائیے۔ آپ اُن کو بتائیے کہ وہ خوب صورت رسالہ ہمدرد نو نال خرید کر لیں اور پڑھا کر لیں۔ اس طرح اچھی باتیں پھیلیں گی۔ اگر آپ کے کہنے سے کوئی ایک دوست بھی ہمدرد نو نال خریدے تو ہمیں اس کا اور اپنا نام اور پتہ لکھ دیجیے تاکہ ہم اس خوشی میں آپ کو اور آپ کے دوست کو خبر نام ہمدرد بلا قیمت بھیج سکیں جو ایک بالعموم پر معلوماتی رسالہ ہے۔

خط میں صرف یہ لکھیے کہ میرے جس دوست نے ہمدرد نو نال بلا رسے خریدا اس کا اور اپنا پتہ لکھ رہا ہوں۔ ہم دونوں کو خبر نام ہمدرد بھیج دیجیے۔ اس خط میں کوئی اور بات نہ لکھیے۔ آپ کا رُڈ بھی لکھ سکتے ہیں، لیکن پتہ صاف لکھیے۔ شکریہ

دو مسافر دو ملک

حکیم محمد سعید اور مسعود احمد برکاتی کے سفر انگلستان اور فرانس کے تاثرات

مسعود احمد برکاتی

لندن اور پیرس میں ہر دکان دار قیمتوں کی میزان کیلکولیٹر سے لگاتا ہے۔ مشینوں کی ایجاد نے انسان کو حمال فائدے اور سہولتیں پہنچا دی ہیں وہاں ناکما بھی کر دیا ہے۔ ذہن اور جسم سہارے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ چاہتے ہیں کہ نہ سوچنے کی تکلیف ہو اور نہ ہاتھ پر حلالے پڑیں۔ میں نے کئی بار دیکھا کہ چند چیزوں کی قیمتیں جوڑنے میں کیلکولیٹر کچھ زیادہ ہی وقت لے لیتا ہے۔ بعض وقت زبانی حساب جلدی اور آسانی سے ہو جاتا ہے۔ ایک بار لندن میں چھوٹی بڑی کوئی دس بارہ چیزیں لیں تو دکان دار نے مشین پر انگلیاں چلائی شروع کیں اور میں نے دل میں حساب لگانا شروع کیا۔ دکان دار نے کہا کہ سولہ پاؤنڈ ہوئے، میں نے کہا "پندرہ پاؤنڈ" اس نے دوبارہ کیلکولیٹر پر حساب کیا اور تسلیم کیا کہ میری زبان صحیح ہے مگر اب تو ہمارے ہاں بھی کیلکولیٹر عام ہو گئے ہیں۔ دکانوں کے علاوہ کالجوں میں بھی طالب علم معمولی معمولی سوال اسی سے حل کرتے ہیں۔ امتحان میں بھی کیلکولیٹر ساتھ لے جانے کی اجازت ہو گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ طالب علم جو حسابی طریقہ سیکھتا ہے اس پر عمل کرنے کی پوری مشق اور ذہنی تربیت نہیں ہوتی۔ مشین انسان کو فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی۔ جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ ہے اتنا ہی وہ مشینوں سے کام لے رہا ہے۔ آٹے دن نئی نئی مشینیں ایجاد ہو رہی ہیں۔ یورپ کے ملکوں سے زیادہ امریکا میں مشینوں سے کام لینے کا رواج ہے۔ مشینیں انسان کے ذہن اور علم کی پیداوار ہیں اور ان کا مقصد انسانوں کی محنت کو کم کرنا اور کام میں صفائی اور تیزی پیدا کرنا ہے، مگر ان کے زیادہ استعمال سے بہت سے مسئلے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ مشینوں نے بہت سے آدمیوں کو بے کار کر دیا ہے اور وہ بے روزگار ہو گئے ہیں۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ انسان محنت کی عادت سے محروم ہوتا جا رہا ہے اور اس کی صحت پر اثر پڑ رہا ہے، کیوں کہ جسمانی مشقت کی ضرورت کم سے کم ہو رہی ہے اور بیٹھے بیٹھے ہی بہت سے کام بن دیا کر ہو جاتے ہیں۔ محنت کے لیے محنت و مشقت ضروری ہوتی ہے۔ محنت نہ کرنے سے اخلاقی خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ محنت ذاتی اور قومی ترقی کے لیے بھی ضروری ہے اور یہ

اخلاقی خوبی ہے۔ محنتی آدمی اخلاقی صفات کا مالک ہوتا ہے۔ سائنس کی ترقی اور مشینوں کی ایجاد اور رواج سے فائدوں کے ساتھ جو مسئلے پیدا ہوتے ہیں اُن پر بھی غور کرنا چاہیے۔ سائنس سے اس طرح فائدہ اُٹھانا چاہیے کہ تہذیب کو نقصان نہ ہو۔

کہتے ہیں کہ انگلستان جانا ہو تو لندن کے ہوائی اڈے پر ہی وزیر اعلیٰ جاتا ہے۔ کوئی اگر اپنے ملک سے ویزا لے کر نہ گیا ہو تو لندن پہنچ کر بھی ویزا میں جاتا ہے۔ یہ وزیر اعلیٰ کے لیے ہوتا ہے۔ جب ایک بار وزیر اعلیٰ گیا تو پھر ملک کے جس شہر جس صوبے میں چاہے جاؤ کوئی پابندی نہیں ہے۔ ہر شہر کا ویزا لینے کی ضرورت نہیں ہے، کیوں کہ ویزا میں شہروں کا اندراج نہیں ہوتا۔ یہ طریقہ تو شاید صرف ہندستان اور پاکستان ہی میں ہے کہ ویزا میں جس شہروں کے نام لکھے ہوں، آپ صرف انہی شہروں میں جاسکتے ہیں۔

میں نے لندن اور پیرس جاتے سے پہلے ہی وزیر اعلیٰ کراچی میں حاصل کر لیا تھا۔ فرانس والوں نے تو مجھے ذاتی طور پر بلائے بغیر ہمدرد کے نمائندے کو ہی ویزا دے دیا تھا، لیکن برطانوی قونصل خانے نے ذاتی طور پر قونصل جنرل سے ملنے کے لیے بللایا۔ میں گیا تو بیسیوں سوالات کیے۔ ذاتی قسم کے سوالات بھی کیے، جو عام طور پر مذہب آدمی سے پہلی ملاقات میں نہیں کیے جاتے، مثلاً کیا کہتے ہیں؟ ہمدرد فاؤنڈیشن میں کب سے کام کرتے ہیں؟ کراچی میں مکان اپنا ہے یا کرائے کا؟ کتنے بچے ہیں؟ کتنی بلدا انگلستان جا چکے ہیں؟ وہاں قیام کہاں رہے گا؟ غرض بہت سے ذاتی معلومات بھی پوچھے۔ مجھے انجمن ہونے لگی کہ یہ تو پورا کچا چٹھا کھلوار ہے۔ ذرا بھی تکلف نہیں کر رہے۔ میں نے بھی بعض سوالات کے جوابات میں صاف صاف کہا کہ مجھے نہیں معلوم، لیکن انھوں نے ویزا دے دیا۔ میں سوچنے لگا کہ ہمارے ہزاروں پاکستانی برطانیہ میں ہیں اور ہزاروں روزانہ جاتے رہتے ہیں۔ شاید یہ اس کا اثر ہے۔ کیا ہم پاکستانی کہیں جاتے ہیں تو ایسا اثر چھوڑتے ہیں۔ حکیم صاحب کا وزیر تو برطانوی سفارت خانے والوں نے ہمدرد کے نمائندے کو ہی دے دیا تھا۔

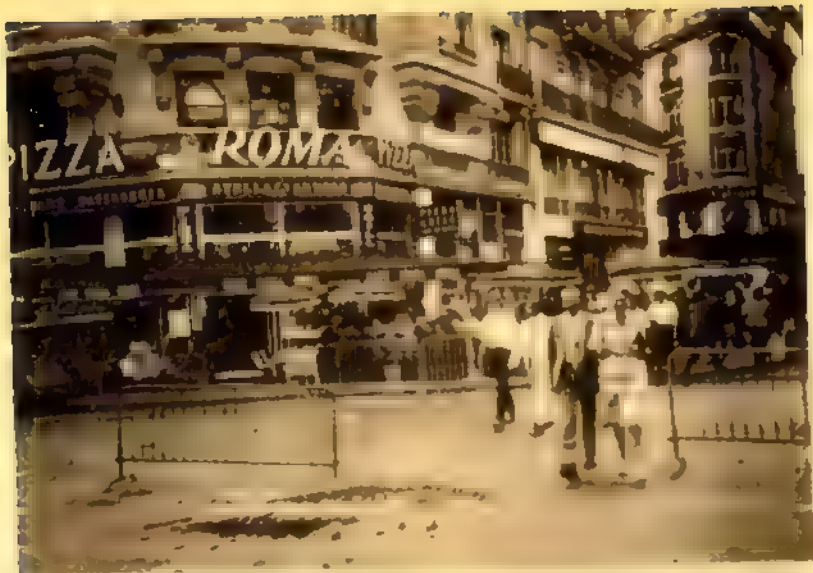
ہم ہندستان جاتے ہیں تو ہر شہر میں کو تو الی یا تھانے میں پاس پورٹ اور ویزا ساتھ لے جا کر اپنی آمد کھولنی پڑتی ہے اور جب اس شہر سے روانہ ہوتے ہیں تو اس وقت بھی یہی کام کرنا پڑتا ہے، بلکہ بعض شہروں میں تو پولیس کے مرکزی دفتر اور محلے کے متعلقے میں بھی اندراج کرنا پڑتا ہے اور مسافر کو بہ ذاتِ خود حاضری دینی پڑتی ہے۔ پاکستان میں بھی یہی ہوتا ہے بلکہ یہاں تو جس شخص کے ہاں

کوئی بیرونی جہان اگر ٹھہرا ہے اس کا بھی شناختی کارڈ دکھانا پڑتا ہے، لیکن لندن اور پیرس دونوں جگہ ہوائی اڈے پر ہی جو اندراج ہو گیا وہ ہو گیا۔ اس کے بعد کہیں قتلے چمکی جانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر انھوں نے اطلاع دی ہوگی تو خود ہی دسے دی ہوگی۔

لندن اور پیرس اور سارے یورپ کے ہوائی اڈے بہت عمدہ بنے ہوئے ہیں۔ ہوائی اڈوں کی عمارتیں اس طرح بنی ہوئی ہیں کہ جہاز اُن کے دروازے پر جا کر لگ جاتا ہے۔ عمارت کے دروازے سے ایک چمک دار کوری ڈور (راہداری) لگی ہوتی ہے۔ اس چمک دار راہداری کا دوسرا سرا ہوائی جہاز کے دروازے سے ملادیا جاتا ہے۔ مسافر اس راہداری سے گزر کر عمارت کے اندر پہنچ جاتے ہیں۔ گرمی، سردی، ہوا یا برسات، مسافر کو کچھ پتا نہیں چلتا۔ وہ آرام سے عمارت کے اندر پہنچ جاتا ہے اور وہاں سے شہر چلا جاتا ہے یا کسی دوسرے شہر جانا ہو تو پھر اسی طرح عمارت سے دوسرے ہوائی جہاز میں پہنچ جاتا ہے۔ پاکستان اور ہندوستان میں ابھی تک ہوائی اڈے ایسے نہیں بنے ہیں۔ یہاں تو آپ کو ہوائی جہاز سے بیڑی کے ذریعہ سے پہلے ہوائی میدان میں اُترنا پڑتا ہے، پھر بس میں بیٹھ کر عمارت تک پہنچتے ہیں۔ ہوا، سردی، گرمی اور بارش سب کو ٹھکنتا پڑتا ہے۔ دل چپ بات یہ ہے کہ اس کے باوجود ایر پورٹ ٹیکس بھی لگا ہوا ہے کہ کرائے کے علاوہ یہ ٹیکس بھی مسافر کو ادا کرنا پڑتا ہے، لیکن یورپ میں کوئی ایر پورٹ ٹیکس نہیں ہے اور سہولتیں ساری موجود ہیں۔

انگریزوں کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر خیال اور ہر رائے کے لوگوں کو بڑی فراخ دلی سے برداشت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں مختلف خیالات رکھنے والے لوگ پناہ لیتے ہیں۔ لندن شہر کی آغوش ہر شخص کے لیے کھل جاتی ہے۔ اسی لندن میں اشتراکیت کا بانی اور مشہور مفکر کارل ماکس جا کر کئی برس رہا اور اپنی مشہور انقلابی کتاب سرمایہ (ڈاس کیپٹال) لکھی۔ اس کتاب کا مواد اس نے برٹش میوزیم میں بیٹھ کر جمع کیا تھا۔ آج بھی اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں رکھا ہے۔ مشہور موسیقار موزارٹ (۱۷۵۶ء تا ۱۷۹۱ء) اور سٹریا میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے بچپن سے ہی موسیقی کی دھنیں بھانا شروع کر دی تھیں۔ موزارٹ لندن میں رہا اور اس نے یہیں بارہ برس کی عمر میں پہلی ڈھن بنائی۔

جس دن لندن سے پیرس جانا تھا (۵ ستمبر ۱۹۸۲ء) اُس صبح روانگی کا وقت دیکھنے کے لیے ٹکٹ کھولا تو معلوم ہوا کہ حکیم صاحب کی روانگی کا وقت نو ڈیڑھ بجے دوپہر ہے اور میری روانگی شام چار بجے



پیرس کے سب سے حسین بازار شانز ایلیرے کی ایک تصویر جو مصنف نے کھینچی۔

ہو گئی۔ اسے یہ کیا؟ گویا ہم الگ الگ جائیں گے اور لوگوں کو بار بار تکلیف ہو۔ پیرس پہنچ کر بھی وقت محدود۔ ہمدرد کے نمائندے سے یہ بہت بڑی چوک ہوئی کہ اس نے یہ غور نہیں کیا کہ اتنی ذرا سی بات میں کتنی علی وقت شامل ہے۔ میرا اسی وقت ٹیلے فون کو دکھانے لگنے اور ہوائی اڈے سے رابطہ قائم کر کے درخواست کی گئی تو انہوں نے کہا کہ آپ بھی ہوائی اڈے حکیم صاحب کے ساتھ ہی پہنچ جائیے۔ ہم کو تلاش کریں گے کہ ڈیڑھ بجے ملنے والی ایریس“ میں آپ کو بھی جگہ دے دیں۔ خیر کچھ اطمینان ہوا، پھر بھی دھڑکا لٹکار ہا کہ کہیں جگہ نہ ملے۔ بہتر حال جگہ مل گئی اور میں حکیم صاحب کے ساتھ ہی ایئر فرانس کی ایریس میں بیٹھ کر گھٹنے بھر میں پیرس پہنچ گیا۔

پہلی رات کو مبارک علی صاحب نے پالیوں کی دعوت کی تھی۔ وہ بھی کئی سال سے لندن میں رہتے ہیں۔ دل چسپ آدمی ہیں اور خوب خاطر تواضع کرتے ہیں۔ پیرس روانگی سے پہلے دوپہر کو شبیر حسین صاحب اور ان کی بیگم ڈاکٹر نادھین کے ہاں کھانا کھا۔ مزے دار کھانے کے علاوہ ۷۔۸ قسم کی آئس کریم خوب کھائی۔ پھر میں نے تو چاہے بھی پی۔ شبیر حسین صاحب خوب چاہے پیتے ہیں اور قدح بھر کر پیتے ہیں۔ چناں چہ میری ان کی خوب نہی۔ حکیم صاحب تو چاہے، پان، سگریٹ کسی کو ہاتھ نہیں لگاتے۔

شاعر مشرق

غنی دہلوی

پاکستان کا روشن تارا شاعر ہے اقبال ہمارا
ملت کو بیدار کیا ہے جینے کا پیغام دیا ہے
سورج بن کر سامنے آیا سوئے ہوؤں کو جس نے جگایا
سورج بھی جس کی قوم کی دولت شعر بھی جس کا روحِ ملت
لول ہیں کتھے پیارے پیارے جیسے دل کش چاند ستارے
جس کا تکلم سوزِ قمرم جس کا تخیل ماہِ و انجم
باتیں جس کی نغمے بن کر گونج رہی ہیں اب تو گھر گھر
آزادی کا باغ لگایا جس پر ہے رحمت کا سایہ
ملت کو خود دار بنایا لوسے کی دیوار بنایا

دنیا کی تاریخ میں روشن

شاعر مشرق تیرا سخن

بہارِ دل، اپریل ۱۹۸۳ء

کسان کا چھوٹا بیٹا

عظیم مارفی

ملک روم میں ایک غریب کسان رہتا تھا۔ اس کے تین بیٹے تھے۔ کسان کے پاس تھوڑی سی زمین تھی۔ وہ بے چارہ رات دن محنت کرتا، لیکن اس کے باوجود اس کی آمدنی اتنی تھوڑی سی تھی کہ اس کی گزر بسر بہت مشکل سے ہوتی تھی۔

جب کسان کے بیٹے کام کاج کرنے کے قابل ہو گئے تو ایک دن اس نے کہا، پیارے بیٹو، میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اور اب میں زیادہ محنت نہیں کر سکتا۔ میں چاہتا ہوں کہ اب تم کام کاج کی تلاش میں نکلو اور اپنا رزق خود پیدا کرو۔

کسان کے بیٹوں نے محل میں جا کر قسمت آزمائے کا فیصلہ کیا۔ انہوں نے سنا تھا کہ بادشاہ کے محل کے سامنے سیب کا درخت آگ آیا ہے۔ یہ درخت روز بہ روز بڑھتا اور پھلتا پھولتا جا رہا تھا۔ اس کی وجہ سے روشنی گرگ گئی تھی اور محل میں ہر وقت اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ لوگوں نے اس درخت کو کاٹنے کی بہت کوشش کی، لیکن یہ درخت عجیب خاصیت کا تھا۔ اگر اس کی ایک ٹہنی کٹ کر گرے تو اس کی جگہ دو نکل آتیں۔ درخت بھی اس تیزی سے پھیلتا جا رہا تھا کہ جیسے یہ تھوڑے ہی دنوں میں دُور دُور تک جگہ گھیرے گا۔

بد قسمتی سے جہاں بادشاہ کا محل تعمیر ہوا تھا وہاں کی زمین اتنی سخت ہو گئی کہ وہاں پر کٹواں کھودنا بے حد مشکل بلکہ ناممکن ہو گیا۔ بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ اگر کوئی شخص درخت کو جڑ سے کاٹ دے گا اور اس پتھر یلی زمین میں کٹواں کھود دے گا، اُسے منہ مانگا انعام دیا جائے گا۔

غریب کسان کی خواہش تھی کہ اس کے بیٹے بادشاہ کے محل میں قسمت آزمائی کریں، اس لیے کسان کے تینوں بیٹے محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابھی وہ تھوڑی دُور گئے تھے کہ گھنا جھنگ شروع ہو گیا۔ جنگل کے اندر سے لکڑیاں کاٹنے کی آواز آرہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے

کوئی رور سے کھڑکیاں مار مار کر دھنوں کو گرا رہا تھا۔
 سب سے چھوٹا بھائی ماسر بولا، "ہیں وہاں دو جگہ تھے کہ کچھ بڑا مانتا ہے۔"
 "تو وہاں بھائی ماسر پہنچا کر لہ لہا، اسے دیکھ کر بھائی ماسر کا لیا تھک مے تو لکڑیاں
 نہیں دیکھا ہے۔"

بڑا بھائی ماسر کہہ لولا، "مڑا ہنسے کی بھی خوب کئی، انہوں نے تو آج تک کھانا ہی
 بھی نہیں دیکھی ہوگی؟"

ماسر بولا، "مٹی جانت کچھ بھی ہو، میں تو وہ جگہ کا تو معلوم ہے۔ اس کی کچھ دوسروں کا
 عام اور اس کے بہت آدمی طلب اور کا بل وہ وہوں کو لے دھنوں کی چھاؤں نے
 ایک مر آرم کر کے ہے، ماسر بہت کا دھنی اور بہت بھی لڑکا تھا، وہ کھنے بھل میں جیتا
 رہا آخر وہ آپ ایسی جگہ جا چکا تھا کہ آپ کھانا ہی دھنوں کو کھا کھا کر رہا ہی تھی۔
 پاس ان خوب ہوا اس سے دانا آدے اس سے بی کھانا ہی، کھینے ماسر ان کو اٹھا ہے تمہارا؟"



۲۔ وہاں کھانا سے بھری ہوئی تھی وہ وہاں تھے

آج اکیلے ہی اکیلے کام میں مصروف ہو گئی ہو۔“

کلمہ اڑی بولی، ”بھئی، میں بہت دنوں تک راہ دیکھتی رہی کہ کوئی اللہ کا بندہ آکر مجھ سے کام لے، جب مدت دراز تک کوئی نہ آیا تو میں خود ہی کام میں جُٹ گئی۔“

یاسر بولا، ”بی کلمہ اڑی، میں بادشاہ کے محل میں جا رہا ہوں۔ وہاں ایک درخت الگ آیا ہے جو کسی کے کالے نہیں کھٹا، کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟“

کلمہ اڑی بولی، ”اے بھائی، تنگ جگہ جیو، تم نے میرے دل کی مراد پوری کر دی ہے۔ بھئی، میں تمہارے ساتھ کیوں نہ چلوں گی؟“

یاسر نے کلمہ اڑی کو اپنے تھیلے میں رکھا اور وہ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچا۔ یاسر کے دونوں بھائی اس کا مذاق اڑانے لگے۔

عام نے کہا، ”کیا تم جنگل میں کوئی نئی چیز دیکھ کر آئے ہو؟“

یاسر بولا، ”میں نے کوئی نئی چیز تو نہیں دیکھی۔ وہاں صرف ایک کلمہ اڑی تھی۔“

کچھ دیر کے بعد وہ تینوں اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ چلتے چلتے وہ ایک پہاڑی کے دامن میں پہنچ گئے۔ پہاڑی کے اوپر سے ایسی آوارس آرہی تھیں کہ جیسے کوئی کدال سے پتھر توڑ رہا ہو۔ عام اور ناصر ایک سایہ دار جگہ میں آرام سے بیٹھ گئے۔

یاسر نے کہا، ”بتا نہیں کون اس گرمی میں کدال چلا رہا ہے؟“

عام بولا، ”اے کوئی مزدور ہو گا۔ کیا تم نے کسی مزدور کو پتھر توڑتے ہوئے نہیں دیکھا ہے؟“

ناصر نے کہا، ”شاید اس نے بھی کدال کو بھی نہیں دیکھا ہو گا۔“

یاسر بولا، ”بھئی چاہے کچھ بھی ہو میں مزور جاؤں گا۔ شاید کسی کو میری مدد کی ضرورت ہو۔“

وہ پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ راستے بے حد دشوار گزار تھا، لیکن یاسر بہت کا دھنی تھا۔ وہ کوشش کر کے پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ ہی گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک کدال آپ ہی آپ پتھر توڑ رہی ہے۔ یاسر یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا۔

اس نے کہا، ”کیسے بی کدال، مزاج تو اچھا ہے؟ آج تم اکیلے ہی کام میں مصروف ہو گئی ہو؟“

کدال بولی، ”بھئی، میں بہت مدت تک راہ نکلتی رہی کہ کوئی اللہ کا بندہ آئے اور مجھ سے کام لے۔ جب کوئی نہیں آیا تو خود ہی کام میں جُٹ گئی۔“

یامر بولا، "میں بادشاہ کے محل میں کام کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ وہاں کی زمیں بہت
 پتھر ملی اور سخت ہے۔ بی کڈال، کیا تمہیں میرے ساتھ جینا منظور ہے؟"
 کڈال بولی، "نہایت ایک جگہ حیرت م نے تو میرے دل کی مٹا پوری کر دی ہے۔ میں ضرور
 تمہارے ساتھ چلوں گی۔"

یامر نے کڈال کو اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر وہ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچا۔ وہ اس کا مذاق
 اڑانے لگے۔ عامر نے کہا، "تم نے خواہ مخواہ بہاڑی پر چلنے کی تسلیف کی۔ تم تو بہت ہی بے وقوف ہو یا
 وہ تنہا بھر آگے چلے۔ چلتے چلتے وہ ایک چشمے کے کنارے پر پہنچ گئے۔ گری اور ماس
 سے ان کا کڑا حال تھا۔ وہ پانی پینے لگے۔

یامر نے کہا، "بتا میں یہ چشمہ کہاں سے آ رہا ہے؟"
 عامر بولا، "کیا تمہیں اتنا بھی معلوم نہیں کہ چشمے پہاڑوں سے پھوٹتے ہیں؟"
 یامر بولا، "آپ یہاں ٹھہریں میں یہ دیکھ کر ابھی واپس آتا ہوں۔"



یامر نے دیکھا کہ ایک اخروٹ سے پانی کے حوسے پھوٹ رہے ہیں

راستہ میں مت مٹا اور اس پر چڑھنا بھی بے حد مشکل تھا، لیکن ہمارے ہمت نہ ہاری۔ وہ آگے ہی آئے بڑھتا ہلا لیا۔ آخر وہ اس جگہ جا پہنچا جہاں سے چشمہ جاری ہو رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک اخروٹ سے پانی کے سونے ٹھوٹ رہے ہیں۔

اس نے کہا، ”عجب! اخروٹ کیسے نہ آج ہیں؟ یہ تمہیں کیا سوجھی رہی ہے، مے مے مے مے مے؟“ اخروٹ نے کہا، ”میں بہت دلوں تک انتظار کر رہا ہوں کہ کوئی ہمت والا شخص آئے اور بہاڑوں کا سہہ چکر چشمہ جاری کرے۔ جب بہت دلوں تک کوئی نہ آیا تو میں خود ہی چشمہ بہانے لگا۔“

میرے نے کہا، ”میں بادشاہ کے محل میں حاربا ہوں۔ کما م میرے ساتھ چلنا پسند کر گئے؟“ اخروٹ خوش ہو کر بولا، ”نیکو اور پوچھ پوچھ بھیتا، میں دل و جان سے تمہارے ساتھ چلنا پسند کروں گا۔“ اس نے خروٹ کے سواچ کو منہ کر کے اسے پھیلے میں رکھ لیا۔

جب وہ اپنے بھائیوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس کا بہت مذاق اڑایا۔ عام بولا، ”تم بھی کتنے بے وقوف ہو، تم نے پہاڑی چشمہ دیکھنے کے لیے اتنی تکلیف اٹھائی؟“ یا میر بولا، ”آج مجھے معلوم ہو گیا کہ کبھی بھی اخروٹ سے بھی چشمہ نہ نکلتا ہے۔“

ناصر مہنس کر بولا، ”بے وقوف کبھی اخروٹ سے بھی چشمہ نکلتا ہے؟“ یا میر خجب رہا۔ جلد ہی وہ بادشاہ کے محل میں جا پہنچے۔ درخت کو کاٹنے کے لیے بے شمار لوگ آئے، لیکن وہ درخت کا کچھ بھی نہ جانتے اور درخت بھی روزہ روز بڑھتا، پھلتا اور پھولتا جا رہا تھا۔ بادشاہ نے ننگ آکر یہ اعلان کروا دیا کہ جو کوئی درخت کو کاٹ دے گا اس کی شادی نہ ہادی نورس سے کر دی جائے گی اور جو اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔

پتلے عام نے درخت کاٹنے کی کوشش کی، لیکن بہت دیر تک کام کرنے کے بعد بھی اسے کوئی کام پائی حاصل نہ ہو سکی۔

پھر ناصر نے درخت پر کھانڈوں کی بارش کر دی، لیکن اسے بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب یا میر کی باری تھی وہ بولا، ”میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں، شاید میں کامیاب ہو جاؤں۔“ ناصر جھٹلا کر بولا، ”تمہارا خسر بھی ہم سے مختلف نہیں ہو گا۔“

یا میر نے پھیلے میں سے کھانڈی لکائی اور کہا، ”بی کھانڈی، اب تم ایسا کام دکھاؤ اور درخت



بادشاہ کی دلی خواہش پوری ہوتی ہے۔

کہ کھٹ کھٹ کر ڈھیر لگا دو۔

اور کلہاڑی آدمی اور طوفان طحّٰری سے چلے گئے۔ درسی در میں کلہاڑی نے دیوت کے پر خیمے اُڑا دیے۔ پیاسہ نے درخت کے ٹکڑے اٹھائے اور جھڑپ کر دی۔ پھر اُس نے کُدا ل سے کہا: "بی کُدا ل! اب بھاری ماری ہے۔ تم اس تخت پر غر لی جلاؤ۔ کھو دو کھو دو کہ کنواں بنا دو۔"

کُدا ل آدمی اور طوفان کی طرح تیزی سے چلے گئے۔ درسی در میں اُس نے ہار لپی کو ہود کر اس میں کنواں بنا دیا۔

پھر پیاسہ نے اخروٹ کو حبيب سے لکالا اور کہا: "ماں! اخروٹ! اب تم اپنے دل کا مالان پورا کرو اور خوب مٹی تالے بناؤ۔ اخروٹ سے ہندو اپنے سارے کنواں اور بیل بھریاں اور بھر اس میں سے پانی مٹی کی طرح لے لگا۔ بادشاہ کی دلی خواہش پوری ہو گئی تھی۔ اس نے پیاسہ کو محبت احام دیا اور شہزادی نورج سے اُس کی شادی کر دی۔



پچھوں کا اقبال

ڈاکٹر محمد عبد اللطیف

[illegible][illegible]

مقامہ انصاف میں مال و املاک کے ساتھ ساتھ اور عبادت گاہوں کے متعلق بھی فیصلہ کی
جاری کیا۔ حالانکہ وہ ایک مسیح و رومی کے درمیان صاحب کے مال میں سے کتنے وہاں کی
خود سے ایک پانچویں حصہ۔ یہ ایک مسیح صاحب کی آمدی کا نصف
حصہ۔ یہ مسیح صاحب کے عہد مسیح صاحب سے وہ مال و عبادت گاہوں کی آمدی اور
موجود کی وہاں سے لے کر وہاں کی آمدی سے حلال و حرام کی
- یہ فیصلہ مسیح و رومی کے درمیان مسیح صاحب سے اس کو
۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے۔





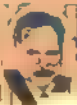
مقدمہ میں بتا رہا تھا کہ مولوی صاحب کے ساتھ وہ اسی نام سے ملے گا۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔

آپ کے وقت میں مولوی صاحب کے ساتھ ملازمین کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔





کے پہلے میں گورنر جناب نے: "اگر صاحب کو ملے کہ اس کی رضا مری مخلوق لڑی جاتی تو اس
جناب کو اصل نہ ملے گا۔ انھوں نے کہا کہ یہ تمام دعوے۔ اُن کے لٹا، مورو کی سہ میر جس کو
بھی تیس اعلیٰ کا جناب دیا جاتا گورنر نے اس سے پہلے۔ یہ میں نے سمجھا۔ نہایت
انھوں نے توں میں کیا میں کبھی میں: "ڈسٹر صاحب سے جو کہا وہ انھوں نے اس کو
تصیف میں کی، میں نے اس کی ذرا عیب آپ کے ساتھ موجود توں سے بھرنا کہ میر کا
جناب میں کیا ہے۔ یہ تیر قول توئی گورنر سے رخصت ہے کہ حیدر نے درج ہو
تے کہا۔ یہ درج ہو میں جناب میں سے بڑھے سلا کو یہ مدت کے سے

سال نوٹ سے لاہور آئے کی دعوت۔ دہلی جانے۔ تہذیبی گھر سے مصروف رہی اللہ اللہ
ڈاکٹر، جب کہے تو ان پر بار بار۔ تھے اس موقع پر بھی اس کو۔ محسوس۔ اب۔ موقوف
میں جس میں استاد ہیں اور ان اقبال جسے مبارک ہو۔

۱۔ دیکھئے "سدا نو سار" کے ساتھ کسی محنت بھی کیا، درگزر صاحب ایک حشر ایک نفس
 میں مبتلا ہو کر علاج کے لیے دہلی گئے، لوہار دکان میں چند خوشبوں بڑی بہت خاص دہی میں
 عرصہ کے لیے مغموم کیا، کدو روئے انہیں پر جا کر حد اعتدال ہوئے، درگزر صاحب کی بہاری
 کے متعلق حواشی تاریخ مولیٰ کو پڑھ کر ماسے۔

فہم سے میں گورنمنٹ کاٹا کہ جو میں داخل ہوں۔ حال پر ولسٹر لڈ سے وسط ہڑ۔ جو
ہڑ سے فہم اسناد تھے وہ اقبال سے بڑی محنت اور شفقت کے ساتھ میں نے سنے اور جن بات
تو یہ کہ اقبال ان سے کچھ سیکھا۔ سے ملازمہ اقبال کی خوش قسمتی سمجھا جاوے کہ
میں نے انھیں مودی۔ جس سا اسناد ملازم سے کی وہاں کے جوہر جو کہ جوہر مدد
۔ سے ہڑ دی اس کا ساتھ جنھوں نے ملازمہ کا ہاتھ کھڑا

فی۔ اس کے امتحان میں عربی اور گجراتی میں قوائے اور دوسری میں حاصل کیے۔
۱۹۹۰ء میں اس کے امتحان میں قوائے گجراتی میں حاصل کیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ
ملتان کے ایک مدرسہ میں مدرسہ رہا۔ اس کے بعد وہیں مدرسہ کے ساتھ ساتھ اس میں
تدریس کی۔ اس کے بعد وہیں مدرسہ کے ساتھ ساتھ اس میں تدریس کی۔ اس کے بعد وہیں مدرسہ کے ساتھ ساتھ اس میں تدریس کی۔



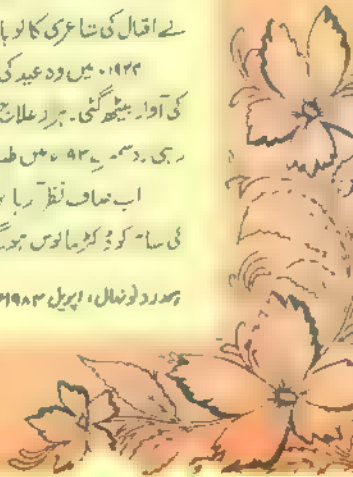
اس علامۂ اقبال نے فیصلہ کرنا تھا کہ وہ بھی سوئی ہوئی قوم کو جگائے اور اس مسئلے کو
 "جو پیر حرم کا راستہ دکھانے کے لیے ہی شاعری کی ساری قوت خرچ کر دیں گے۔"۔
 اور "نیا سوال" جیسی نظمیں لکھنے کا دور گزر چکا تھا۔ مگر یہ کہنے والے اقبال نے اب اپنے لیے ایک
 نیا راستہ ڈھونڈ لیا تھا اور وہ بھی مٹی ریلوں کی رہ تھی۔ نچو نچے دونوں شووں کو پڑھو اور خود مدد
 لگاؤ کہ مددینہ و جف کی خاک کو شرمہ بہا کر اقبال میں کتنی بڑی تبدیلی آگئی۔
 ملکی ترانہ ملکی ترانہ

سارے جہاں سے اچھا بہشتک بہار چین و عرب بہارا ہندوستان بہارا
 ہم ملیں ہیں اس کی وہ گلستاں بہارا مسلم ہیں ہم وطن ہے ہر جہاں ہمارا

اب اقبال نے اسی شاعری کا سرعہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ جنتوں سے
 ٹوٹ کر سال ڈیڑھ سال گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر رہے، انہیں پھر استعفیٰ دے دیا آپ کے
 نوکر علی حسن کا بیان ہے کہ جس دن وہ استعفیٰ دے کر آئے۔ میں نے پوچھا، بیس صاحب آپ سے
 نوکری کوں چھوڑ دی کہیں گے، علی حسن، انگریز کی نوکری میں بڑی مشغلیں ہیں۔ سب سے بڑی
 مشغلی یہ ہے کہ میرے دل میں کچھ باتیں ہیں جنہیں میں مسلمانوں تک پہنچانا چاہتا ہوں، مگر گورنمنٹ
 کا نوکر رہ کر انہیں کھلم کھلا نہیں کہہ سکتا۔ اب میں بالکل آزاد ہوں تو چاہوں کروں اور چاہوں
 کوں شاید یہ بھی اس جو مدت سے میرے دل میں کھٹکتی ہے اب حل ہا ہے۔

پھر اقبال نے کہا، اور کھل کر کہا، اور جی کھوں کر کہا، لیکن اب جو کمن تھا ساری دسا کے مسلمانوں
 کے لیے کہنا تھا۔ فارسی کے سو کوئی زبان ایسی نہ تھی جس کے ذریعے سے وہ اپنے حالات دوسرے
 ملکوں کے مسلمانوں تک پہنچا سکتے اس لیے ان کی اکثر کتابیں فارسی میں ہیں اور پھر ایک ما
 نے اقبال کی شاعری کا لوہا مانا، یہ زمانہ اقبال کا زمانہ کہلا گیا۔

۱۹۲۴ء میں وہ عید کی نماز پڑھ کر آئے اور گرم دودھ ڈال کر سوتاں کھائیں جس سے ان
 کی آواز بیٹھ گئی۔ ہر علاج کیا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور آخر مٹھی جلی گئی۔ کئی سال تک مختلف
 رہی۔ دسمبر ۱۹۲۵ء میں طبیعت مزید گھٹنے لگی۔ دن کمزور ہو گیا تھا۔ جنت بیمار رہے گے
 اب خائف نظر رہا تھا کہ ان کی زندگی کے دن گسی کے رہ گئے ہیں۔ ۲۰ اپریل ۱۹۳۸ء
 کی سائے کوڑکھانوں میں ہو گئے۔ آپ رات میں بچے تک سوئے، جب اٹھے و طبیعت سے صحیح



۲۱۔ اپریل صبح سویرے نذر کے تڑکے پاؤں پھلا دیے۔ اپنے وفادار ملازم علی بخش سے کہا، میرے کندھے ذرا دباؤ۔ پھر آنکھیں اوپر اٹھائیں اور دل پر ہاتھ رکھ کر کہا، یا اللہ! یہاں درد ہے۔ اس کے ساتھ ہی سر نیچے کی طرف گرنے لگا۔ علی بخش نے سہارا دیا۔ کوئی سوا پانچ بجے علامہ نے آنکھیں بند کر لیں، منہ خود بہ خود قبلہ کی طرف پھر گیا اور وہ اپنے پیدا کرنے والے کے حضور میں مٹر خرو حاضر ہو گئے اور بادشاہی مسجد کی میزبھیوں کی بائیں جانب دفن ہوئے۔

اقبال ہم میں نہیں رہا، لیکن اقبال کے لغوں سے یہ فضائیں آج بھی گونج رہی ہیں اس کا پیام اور کلام قیامت تک مسلمانوں کے دلوں کو گر ماتا رہے گا۔

(جناب ڈاکٹر محمد عبداللطیف صاحب کی کتاب کے کچھ نکلے)

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

- پیدائش :** ۹ نومبر ۱۸۷۷ء (مطابق ۳ ذی قعدہ ۱۲۹۴ھ) سیال کوٹ۔
- وفات :** ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء لاہور۔
- تعلیم :** پرائمری ٹائٹلک، اسکالرشپ اسکول سیال کوٹ۔ ایف اے اسکالرشپ سن اسکول سیال کوٹ۔ بی۔ اے گورنمنٹ کالج لاہور۔ ایم اے فلسفہ ۱۸۹۹ء پنجاب یونیورسٹی۔ کیمبرج یونیورسٹی۔ ۱۹۰۵ء لیکن ان سے بیروٹری کی ڈگری پائی۔) بورس یونیورسٹی، پی ایچ ڈی۔
- کتابیں :** فلسفہ نظم (اصل انگریزی، نشر) ۱۹۰۸ء لندن۔ پیام شرق (فارسی شاعری) ۱۹۱۲ء۔ مثنوی اسرار خودی (فارسی شاعری) ۱۹۱۵ء۔ مثنوی رموز بے خودی (فارسی شاعری) ۱۹۱۸ء۔ ہالک در (اردو شاعری) ۱۹۲۳ء۔ زبور نظم (فارسی شاعری) ۱۹۲۷ء۔ تشکیل جدید الہیات اسلامیہ (اصل انگریزی، نشر) ۱۹۳۰ء۔ بال جرنیل (اردو شاعری) ۱۹۳۵ء۔ ضرب کلم (اردو شاعری) ۱۹۳۶ء۔ پس یہ مایہ کرد اے اقوام شرق (فارسی شاعری) ۱۹۳۶ء۔ اربغان حجاز (اردو و فارسی شاعری) بعد از وفات ۱۹۳۸ء۔

راز داں محبت

داستان اردو نگ

مراج

بہت دن گزرے انجرا کے کھنڈرات میں ایک بہت ہی زندہ دل اور خوش باش شخص رہتا تھا۔ اس کا نام قاسم تھا۔ وہ انجرا کے باغات کی دیکھ بھال کرتا، پودوں اور پھول دار گیاریوں کو پانی دیتا جو لوگ ان کھنڈرات کی سیر کے لیے آتے انھیں انجرا کے بارے میں غزوری باتیں بتایا کرتا۔ جب اس کا کام ختم ہو جاتا تو وہ پتھر کی بیچ پر بیٹھ جاتا اور بربط بجانے لگتا۔ کبھی وہ ایسا سترت لگیز نغمہ چیرتا کہ راہ گیر بھی بے خود ہو کر رقص کرنے لگتے۔

قاسم کی بیوی بہت موٹی اور بھدی عورت تھی۔ اُن کے ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام شاربہ تھا۔



قاسم کی بیوی شاربہ کی دیکھ بھال کرتی تھی۔ وہ گھر کے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔

شازیہ اپنے باپ کی طرح بہت ہنس مکھ زندہ دل اور نیک لڑکی تھی۔ جب قاسم باغات میں کام کر رہا ہوتا تو شازیہ اس کے آس پاس کھیں کود میں مصروف رہتی۔ جب وہ برہنہ بچاؤ شازیہ اس کی دھن پر رقص کرنے لگتی۔

بہار کا موسم آیا۔ لوگ بہار کا جشن منانے کے لیے انہر کی پہاڑی پر جمع تھے۔ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ پہاڑی کی چوٹی پر لوگوں نے الاؤ روشن کر دیا۔ قاسم نے بہرہ پہ ایک دل کش نغمہ چھیڑ دیا۔ لوگ رُور میں آکر ناچنے لگے۔

ادھر تو یہ ناچ گانے کی محفل گرم تھی اُدھر شازیہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ انہر کے کھنڈرات کی سیر کو چل دی۔ راستے میں شازیہ کو ایک تعویذ ملا، جس پر عجیب طرح کے نقش بنے ہوئے تھے۔ وہ بھاگتی ہوئی اپنے والدین کے پاس پہنچی۔ شازیہ کی ماں نے تعویذ دیکھا تو وہ گھبرا کر بولی، "اری اسے دُور پھینک دو۔ نہ جانے یہ کیسا تعویذ ہے اور اس سے کیا جادو ٹوٹا والہ ہے؟"

ان لوگوں میں ایک بزر بھی تھا، جو بہت دنوں تک مراٹش میں رہ چکا تھا۔ اُس نے تعویذ دیکھ کر قاسم سے کہا، "میں افریقہ میں ایسے تعویذ دیکھ چکا ہوں۔ وہاں کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ تعویذ ہر قسم کے جادو ٹوٹنے کے اثر سے محفوظ رکھتا ہے۔ جو شخص یہ تعویذ ہنستا ہے، دولت اس کے قدم جو متی ہے اور اسے ہر مقصد میں کام یابی ہوتی ہے۔ میرے دوست، میں تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں کہ تمہاری بیٹی بہت خوش قسمت ہے؟"

یہ سن کر قاسم نے تعویذ شازیہ کے گلے میں ڈال دیا۔ گانے بجانے کی محفل برفاست ہو چکی تھی، لوگ جھپوٹی جھپوٹی ٹولہوں میں بیٹ گئے اور گپ شپ میں مصروف ہو گئے۔ ایک فقہ گو نے ایک دل چسپ داستان چھیڑ دی۔ اُس نے کہا، "اس پہاڑی کے دامن میں ایک غار ہے جو زمین کی گہرائی میں اُترتا چلا گیا ہے۔ غار کے اندر ایک وسیع تہ خانہ ہے۔ اس میں ایک بوڑھا آدمی سو رہا ہے۔ اس کے سامنے ایک خوب صورت خاتون بہرہ بچاؤ رہی ہے۔ اصل میں وہ بوڑھا ایک جادوگر ہے جس نے اس خاتون کو اس غار میں قید کر رکھا ہے۔ اس واقعے کو تین سو سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ لیکن وہ دونوں اس طلسم خانے میں اب تک موجود ہیں؟"

شازیہ کو نیند نہ رہی تھی۔ وہ ایک پتھر کی پیچ پر لیٹ کر سو گئی۔ وہ بہت دیر تک سوئی رہی۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ خرا دیر پہلے

جو چہل پہل تھی وہ ختم ہو چکی ہے۔ شاذیہ نے نام لے لے کر پنی سیلوں کو بکھرا اور اسے ماں باپ کو آوازیں دیں، لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا۔ وہ مایوس ہو کر پہاڑی سے نیچے اتری اور الجھرائے محل کو جانے والے راستے پر چلنے لگی۔

اسی وقت گھڑیاں نے رات کے بارہ بجائے۔ ہر طرف گہ سکوت چھا ہوا تھا، یوں مانتا تھا کہ جیسے پوری کائنات برگرہری بیند طاری ہے، فقط دُور کسی جہت کے گزرنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

اچانک شاذیہ کی نظر ایک غار پر پڑی جو زمیں کی گہرائی کی طرف جا رہا تھا۔ اسے داستان گو کی باتیں یاد آئیں۔ اس نے غار میں جھانک کر دیکھا۔ بہت دُور دھیمی دھیمی روغنیں نظر آ رہی تھیں۔ غار میں جگہ جگہ گرتیاں جل رہی تھیں جن سے عمر اور لوہان کی خوشبو آ رہی تھی۔ آخر وہ ایک وسیع تہ خانے میں جا پہنچی۔ یہ چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ تہ خانے میں ایرانی قماشیں بچھے ہوئے تھے اور پتھری فرانس روس تھے۔ ایک مسہری پر ایک بولہ بیٹا ہوا تھا، اس کے سامنے مراکش کی ایک خاتون بریلو بخار رہی تھی۔ وہ دونوں کسی جادو کے اثر سے سو رہے تھے۔

مورخاتون نے پلوہ لا اور نکھیں کھول کر ادھر ادھر دیکھا۔ اُس نے ساری دیکھ کر پوچھا، "بیٹی کیا آج حسن مارا کی رات ہے؟"

شاذیہ بولی، "جہاں!"

مورخاتون بولی، "اس رات کچھ دیر کے لیے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ بیٹی ذرا مے قریب آؤ اور یہ تعویذ جو تم نے پہنا ہوا ہے، میری رنجیروں سے مس کر دو تو میں کچھ دیر کے لیے آزاد ہو جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر خاتون نے اپنی حادہ اٹھا کر ایک مسہری زنجیر دکھائی، جس سے اس کے پاؤں و گردن بندھی ہوئی تھی۔ شاذیہ کو اس خاتون سے بہت دیر پہلے جہاں ہو گئی۔ اس نے اپنی نگاہیں پھا ہوا تعویذ اُتار دیے۔ رنجیروں سے لگا دیا۔ زنجیریں، ایک جھانکے سے لوٹ کر فرش پر گر پڑیں۔ اس مورخ سے جادو گر کی آنکھ لعل لگی اور وہ آنکھیں مٹے کلا۔ خاتون نے فوراً بریلو بجا شروع کر دیا حادہ پر چڑھی، مٹی، مٹی، مٹی۔

خاتون نے دست آنکھ سے بریلو۔ مہین برکھا ور بولی، "میری بیٹی، تم میرے جیسے جھے آؤ تم"

نے حوٹکی میرے ساتھ کی ہے اس کے محلے میں، میں تمہیں کچھ انعام دینا چاہتی ہوں! شازبیہ۔
خاتون کے پیچھے پیچھے چلے گئی۔ وہ دونوں گلی کو چوں سے گزرتی ہوئی ایک محراب دار دروازے کے پاس جا کر ٹھیر گئیں۔ اس پھاٹک کے دونوں طرف پتھر کے دو تختے رکھے ہوئے تھے۔ ایک مجھے کا سر دائیں طرف اور دوسرے کا بائیں طرف پھرا ہوا تھا اور دونوں کی نظریں محراب کے نیچے ایک جگہ پر جمی ہوئی تھیں۔

خاتون نے کہا، میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتی ہوں۔ یہ مجھے ایک خفیہ خزانے کی طرف دیکھ رہے ہیں جو اس محراب کے اندر دیوار میں چھپا ہوا ہے۔ تم اپنے والد سے کہنا کہ اس جگہ کو کھودے جس پر ان دونوں محسوس کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ پھر اسے اتنی دولت حاصل ہوگی کہ وہ غرناطہ کا امیر ترین شخص بن جائے گا۔

کہہ کر خاتون شازبیہ کو باغیچے میں لے گئی۔ اُس نے ہندی کی باڑ سے ایک شاخ توڑی اور اُس کا چھلکا بنا کر شازبیہ کے سر پر سنا دیا اور بولی، ”جو کچھ میں نے کہا ہے تم اسے بھول مت جانا۔ یہ



قسم خواہت سے بھرے ہوئے وہاں لے کر نہ جانے سے روانہ ہو گیا۔

چھلا تھیں میری باتیں یاد دلانے گا اور ان کی سچائی کی گواہی دے گا۔

دُور کسی جگہ سے مرغ کی بانگ سنائی دی اور ایک مذہم سی کرنِ مسترقی ہمارے لبوں پر تھر تھرنے لگی اور خوش گوار ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آنے لگے۔

خاتون بولی، اب میرے جانے کا وقت ہو گیا ہے۔ مجھے اب محلِ مرا میں واپس جانا چاہیے۔
 حو کچھ میں نے کہا ہے تم اسے یاد رکھنا اور میری تجاوت کے لیے دعا کرتی رہنا۔
 شازہ اپنے گھر پہنچی۔ گھر کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اُس نے ہندی کی مٹی سے بنایا ہوا چھلا اپنے
 تکیے کے نیچے رکھ دیا اور بستر پر لیٹ کر سو گئی۔

صبح کے وقت اس نے اپنے باپ سے گزشتہ رات کا سب ماجرا سنا۔

قاسم نے تمکو یہ لگا کر کہا، بیٹی، ضدِ تم نے کوئی خواب دیکھا ہو گا۔

شازہ کو خاتون کی بات یاد آگئی۔ اس نے کہا، "اُو! اس خاتون نے مجھے ہندی کی شاخ کا چھلا
 بھی دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ میری بات کی سچائی ثابت کر دے گا۔ شاہیہ نے اپنے تکیے کے نیچے
 سے ہندی کی شاخ کا چھلا اُجال کر قاسم کو دکھایا۔ قاسم اسے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہوں کہ وہ خاص
 سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کی ہر پتی خلیم اور زمرد کی تھی۔ اب اسے یقین ہو گیا کہ شاہیہ سچ کہتی ہے۔
 وہ شازہ کو سناٹھ کر اُس محراب کے پاس پہنچا جہاں دو ٹمستے لگے ہوئے تھے۔ دونوں مجسموں
 کی نظریں ایک خاص جگہ پر لگی ہوئی تھیں۔ قاسم نے اس خفیہ جگہ پر نشان لگا دیا۔

دن بھر قاسم کے دل میں طرح طرح کے خیال آتے رہے۔ وہ اس بات سے بہت پریشان
 تھا کہ کوئی اس راز کو معلوم نہ کر لے۔ جب وہ اہل مجسموں کے پاس سے گزرتا تو اس کا پارا چڑھ
 جاتا اور وہ دانستہ پیس کر کہتا، تم بول نہیں سکتے، لیکن تم یہی کام اپنی آنکھوں سے لے رہے ہو
 خدا تمہیں عذات کرے تم راز کو ظاہر کر کے ہی رہو گے۔

خدا خدا کر کے دن گزرا تو قاسم نے چین کا سانس لیا۔ جب آدمی رات گہ گئی تو قاسم پنی بیٹی
 شازہ کو سناٹھ لے کر اس محراب میں داخل ہوا۔ وہ دیوار کے اس حلقے کو توڑنے لگا جہاں اُس نے
 نشان لگایا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس نے دیوار میں چوڑا سوراخ کر دیا۔ اسے خفیہ خانہ مل گیا جہاں
 چینی کے دو تنباں رکھے ہوئے تھے۔ قاسم نے ان متبائلوں کو طاقچے سے نیچے اتارا۔ یہ مرتبان ہیرے
 جواہرات اور اشنہ خیموں سے بھرے ہوئے تھے۔ قاسم دن نکلنے سے پہلے پلٹ انہیں اٹھا کر اپنے

گھر لے گیا۔

قاسم اچانک ہی امیر کبیر بن گیا تھا۔ زندگی میں پہلی دفعہ اس کے دل میں چمہ ڈاکوؤں کا دھوکا کھا۔ اس دن وہ گھر کے دروازوں میں کٹڑیاں اور چٹنیاں لگانے میں مصروف رہا۔ اس کے باوجود بھی وہ رات کو چین اور سکون سے سو نہ سکا۔

دولت اپنے ساتھ بہت سی مصیبتیں لاتی ہے۔ قاسم کی راتوں کی نیند اڑ گئی، دن کا سکون جاتا رہا۔ اس کے مزاج میں وہ زندہ دلی اور شگفتگی باقی نہیں رہی۔ اب نہ وہ کسی سے ہنسی مذاق کرتا نہ برابطہ بجاتا اور نہ خوشی کے گیت گاتا۔ آخر کار وہ انحراف کا سب سے زیادہ قابلِ رحم شخص بن گیا۔ اُس کا بہ حال دیکھ کر اس کے دوست بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے اور وہ بالکل اکیلا رہ گیا۔

قاسم کی بیوی ایک بہت ہی مذہبی قسم کی عورت تھی۔ اس کی عادت تھی کہ وہ ہر بات میں اپنے پیسے مشورہ لیا کرتی تھی مگر یہ پیر بہت بڑا جعل ساز اور دھوکا باز شخص تھا۔ وہ لوگوں کے دکھنے کے لیے عبادت کرنا، مگر جب وہ اکیلا ہوتا تو خوب تراب پیتا اور عیش و عشرت میں وقت بسر



سوجھی سادی عورت نے جعلی سیر کو حراہ دکھا دیا

کرتا وہ لوگوں سے بہت مکر اور فریب سے ڈرتا رہتا تھا۔ جب قاسم کی بیوی نے اس نقلی پیر کو خزانہ ملنے کی خبر سنا لی تو اس کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ اُس نے بہت محنت سے کہا، بیٹا، تم مجھے اپنا خزانہ دکھاؤ تاکہ میں اپنی دُعاؤں سے اُسے پاکیزگی بخش دوں۔“

سیدھی سادی عورت نے درویش کو خزانہ دکھا دیا۔ اُس نے جو اتنے بڑے بڑے مرتبان سونے پاندی سے بھرے ہوئے دیکھے تو اس کی آنکھیں لالچ سے چمکنے لگیں۔ اُس نے ایک ہیروں کا ہار اٹھا کر اپنی جیب میں رکھا اور بولا، بیٹا، یہ ہار تم فقیروں کی نذر کرو۔ میں آج رات عبادت کروں گا اور دعا مانگوں گا کہ خدا تمہاری دولت کو پاکیزگی بخشے اور اس پر جادو کی جو نحوست ہے وہ دُور ہو جائے۔“ وہ نقلی پیر ہیروں کا ہار جیب میں رکھ کر دُعا میں دیتا ہوا چل دیا۔

جب قاسم گھر واپس آیا تو اس کی بیوی نے اُسے سب بات بتائی۔ قاسم بہت ناراض ہوا۔ اس نے کہا، ”بے وقوف عورت، تم نے اپنی بے وقوفی سے خزانے کا راز ظاہر کر دیا ہے۔“ لیکن اب بچھتانے سے کیا فائدہ؟ راز تو ظاہر ہو ہی چکا تھا۔ اگلے دن جب قاسم کام پر گیا ہوا تھا کسی نے گھر کا دروازہ کٹکھٹایا اور نقلی پیر بہت ہی مسکین صورت بنائے ہوئے گھر میں داخل ہوا۔ اُس نے کہا، ”بیٹی، میں کل رات دیر تک عبادت میں مصروف رہا۔ رات کے پچھلے پہر میری آنکھ لگ گئی۔ مجھے خواب میں ساتیں ملنگ شاہ کی زیارت ہوئی۔ وہ بہت ناراض دکھائی دیتے تھے۔ انھوں نے کہا ہے کہ میرا زار لوٹ پھوٹ گیا ہے۔ تم قاسم کے گھر جاؤ اور اس سے کچھ رُپیہ خزانہ کی مرثیت کے لیے طلب کرو۔“

قاسم کی بیوی کو یہ بات معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا۔ اس نے اشرافیوں سے بھری ہوئی تعمیلی نقلی پیر کے حوالے کر دی۔ وہ اسے بہت سی دُعا میں دیتا ہوا چلا گیا۔

جب قاسم کو اس عطیے کی خبر ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوا۔ اس نے کہا، ”نادان عورت، تم اسی طرح سب دولت لٹا دو گی اور مجھے پانی پانی کو محتاج کر کے چھوڑو گی۔“

اب نقلی پیر نے گھر دیکھ لیا تھا۔ وہ ہر دوسرے تیسرے دن آجاتا۔ کبھی وہ ساتیں جھنڈے شاہ کے نام پر خیرات مانگتا، کبھی ملوکا شاہ کے عرس کا بہانہ کرتا، کبھی شلوکا شاہ کے لشکر کے لیے چندہ جمع کرتا۔ اسی طرح مکر و فریب سے اس نے قاسم کو آدمی دولت سے محروم کر دیا۔ قاسم نے

سوچا کہ جعل ساز پیر کی لوٹ کھسوٹ سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ باقی بچی ہوئی دولت لے کر رات کے وقت خاموشی سے نکل جائے اور کسی دھور دراز کے علاقے میں جا کر رہائش اختیار کی جائے۔ اُس نے ایک موٹا سا پتھر خریدا اور اسے ایک محراب کے پاس ہی درخت کے سائے میں باندھ دیا۔ جب آدمی رات گزر گئی تو قاسم نے پتھر پر اپنا خزانہ لادنا اپنی بیوی اور شاذیہ کو ساتھ لیا اور ایک اندھیری سی گلی میں چل دیا۔

قاسم نے بہت رازداری سے کام لیا تھا، لیکن کسی طرح یہ بات جعلی پیر کو بھی معلوم ہو گئی۔ جب اُس نے دیکھا کہ دولت ہاتھوں سے نکلی جاتی ہے تو اُس نے اس پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ جب آدمی رات کا گہرا بجا اور الجھڑی ہر طرف گہری خاموشی طاری ہو گئی تو وہ اپنے حجرے سے نکلا اور چپتا چپاتا اس جگہ پہنچا جہاں سے قاسم کو گزرنا تھا۔ وہ گلاب اور چنبیلی کی باز کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد اسے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنا دی۔ مکار پر دل ہی دل میں ہنسا۔ وہ سمجھا کہ یہ قاسم ہے، لیکن خوش قسمتی سے وہ بہت دیر پہلے وہاں سے جا چکا تھا۔ یہ شیطان تھا جو الجھڑی کی سیر کے لیے نکلا تھا۔ جب جعلی پیر کا شکار قریب آ گیا تو وہ جھاڑیوں کے پیچھے سے نکلا اور چھلانگ مار کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

وہ زور سے قہقہہ لگا کر بولا، ”تم چاہتے تھے کہ دولت کے ساتھ یہاں سے فرار ہو جاؤ؟ کہو اب بازی کس کے ہاتھ رہی؟“

جواب میں شیطان نے ایک خوف ناک قہقہہ لگایا اور بولا، ”اوہو، یہ تو ہمارا دوست پیر ڈبے شاہ معلوم ہوتا ہے۔ ایجاد دوست آج تم میری جگہ الجھڑی کی سیر کرو۔“

یہ کہتے ہی شیطان غائب ہو گیا۔ گھوڑے نے جب ایک اجنبی شخص کو اپنے اوپر سوار دیکھا تو وہ اچھلنے کودنے اور دو لٹیاں جھاڑنے لگا، پھر وہ پوری تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا پہاڑی سے نیچے اُترا۔ جعلی پیر نے گھوڑے کو روکنے کی بہت کوشش کی، لیکن وہ گڑھے اور کھائیاں پھلانگتا ہوا ایک چٹان سے دوسری چٹان پر پھلانگیں مارتا ہوا اور جھاڑ جھنکار کو روندتا ہوا چلا جا رہا تھا۔

درختوں کی شاخوں سے ٹکرا کر جعلی پیر کے سر میں گولڑ بن گئے۔ کانٹے دار جھاڑیوں سے

الحجہ الحجہ کہ اس کے کپڑے تار تار ہو گئے اور جسم پر بے شمار خراشیں آئیں۔ رات بھر گھوڑا ادھر ادھر دوڑتا رہا۔ جعلی پیر کا جوڑ جوڑ دیکھنے لگا۔ آخر کار مرغ نے ہانگ دے کر صبح کی آمد کا اعلان کیا۔ گھوڑے نے دو تین چمک پھریاں کھائیں اور واپس دوڑنے لگا۔ اب ایک اور مصیبت نازل ہوئی۔ یہ معلوم کہ اس سے بے شمار کتے گھوڑے کے پیچھے لگ گئے۔ ان کے منہ سے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ اچھل اچھل کر چبوتے اور دھوکے باز پیر کو پھاڑ کھانے کی کوشش کرتے۔ انھیں دیکھ دیکھ کر پیر کی روح فنا ہو جاتی۔

صبح کی پہلی پہلی تھر تھراقی ہوئی کرن افق پر نمودار ہوئی۔ گھوڑے نے اچھل کر ایک دولتی جھاڑی اور جعلی پیر قلابازیاں کھا کر جھاڑیوں میں جا گرا۔ وہ شیطانی گھوڑا اور جتنی کتے انحر کی ایک سرنگ میں غائب ہو گئے۔

صبح کے وقت ایک کسان نے دھوکے باز پیر کو جھاڑیوں میں پڑا ہوا دیکھا۔ اس کا حال بہت خراب تھا۔ نہ وہ بول سکتا تھا اور نہ چل سکتا تھا۔ کسان اسے اٹھا کر اس کی خانقاہ میں لے گیا۔

بہت دن تک پیر بستر پر لیٹا رہا۔ اسے قاسم کی باقی دولت کے ہاتھ سے نکل جانے کا بہت غم تھا۔ جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہوا تو ایک دن اس نے اپنے بستر کے نیچے سے گڑھا کھود کر وہ تحلیلیاں نکالیں جو اس نے قاسم کی بیوی کو دھوکا دے کر حاصل کی تھیں۔ اس نے ان تحلیلیوں کو کھول کر دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر بہت مایوس ہوا کہ اشرفیاں اور ہیرے جو اہر اسے ریت اور کنکر بن گئے تھے۔ جعلی پیر نے اپنا سرمایہ لیا۔ وہ زور زور سے چیخنے چلانے لگا، "ارے میں لٹ گیا۔ لوگو! میں برباد ہو گیا!"

"خط ہی خط" کے لیے اس کثرت سے خط آنے لگے ہیں کہ سب کا چھاپنا تو کیا پڑھنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ جن نونالوں کے خط نہیں چھپتے وہ شکایت کے خط لکھتے ہیں، اس طرح ہماری ڈاک اور بڑھ جاتی ہے اس لیے آئندہ سے نونال میں دو چھپنے بیچ میں چھوڑ کر خط لکھا کریں۔ مثلاً جن نونالوں نے مارچ ۶۸ء کے رسالے کے بارے میں خط لکھا ہے وہ اپریل اور مئی کے رسالے کے متعلق خط نہ لکھیں، بلکہ جون کے رسالے کے بارے میں خط لکھیں۔ ہو سکتا ہے اس طرح ہماری سب کا نہر آجائے۔



نفع و نقصان شراکتی نظام — چند حقائق جن کا جاننا ہر پاکستانی کے لیے ضروری ہے

نفع و نقصان شراکتی نظام سود سے پاک بنیکاری پر مبنی ہے اور
شرعیات کے عین مطابق ہے۔ اس نظام کے تحت نفع و نقصان
پر مبنی شراکتی کمپنیاں کھولے جاتے ہیں۔ آپ ایک نیا نفع و نقصان
شراکتی اکاؤنٹ کھول کر یا اپنے موجودہ سیونگ اکاؤنٹ کو
پیرسودی اکاؤنٹ میں تبدیل کر کے اس نئے نظام میں شریک
ہو سکتے ہیں۔

حبیب بینک شراکتی کمپنیوں میں جمع شدہ رقم کو محفوظ
اور منافع بخش کاروبار میں لگاتا ہے تاکہ کھاتے داروں کو
زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو سکے۔

حبیب بینک شریعت لائیشے جہاں نفع و نقصان پر مبنی شراکتی
کھاتے کھولنا اور رکھنا ہے حد آسان اور منافع بخش ہے۔

حبیب بینک لمیٹڈ





کان سے پیپ بہتی ہے

س: میرے چھوٹے بھائی کی عمر ۱۱ سال ہے۔ اس کے کانوں سے اکثر پیپ بہتی ہے۔ پانچ سال کے مسلسل علاج کے باوجود کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ نسخہ بتا کر شکر یہ کاموقع دیں۔

شاہد حسین، کراچی

ج: کان سے پیپ اس طرح مسلسل بہنے کا مطلب یہ ہے کہ کان کا زخم اب کان کی بڑی تک چلا گیا ہے اور یہ یقیناً اچھی صورت نہیں ہے۔ اس صورت حال کے لیے اپریشن تجویز کیا جاتا ہے اور اکثر یہ کام یاب ہوتا ہے، مگر بعض اوقات اس سے بھی فائدہ نہیں ہوتا اور تکلیف باقی رہتی ہے۔

آپ چند دنوں یہ علاج کر کے دیکھ لیجیے:

صبح و شب خمیرہ نرمی جوا ہر دار ۳-۳ گرام ۱۵-۲۰ دن کھلائیے۔ کانوں میں روغن گوش سرخ کسی دوا خانے سے لے کر رات کو ڈالیے۔

سرمہ بوترا ہے

س: میرا سرمہ بوترا اور انڈے کی طرح ہے، جس کے باعث میں احساس کم تری کا شکار ہوں۔ کوئی ایسا طریقہ بتائیے کہ میں ٹھیک اور خوب صورت ہو جاؤں۔

ناصر خاں، کراچی

ج: یہ صورت قابل اصلاح نہیں ہوتی۔ اب آپ اسے بھول جائیے۔ ہاں شاید آپ اچھی ٹوپی پہن کر اس کی خرابی کو چھپا سکتے ہیں۔ سمجھ داری کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اس کے بارے میں سوچنا

چھوڑ دیجیے اور اپنی صلاحیتیں بڑھائیے اور اپنی باتوں میں دل چسپی اور کشش پیدا کیجیے۔ ان خویہوں پر جب لوگوں کی توجہ ہوگی تو وہ آپ کی ظاہری حالت کو بھول جائیں گے۔
خشک کھانسی

س: میری بہن کو چھ ماہ سے خشک کھانسی ہے۔ بہت علاج کرایا، مگر فائدہ نہیں ہوا۔ اب آپ ہی کوئی علاج بتادیں۔
محمد ناصر، حیدر آباد

ج: گیسوں کی بھوس کا جوشاندہ ایسی اکثر حالتوں میں فائدہ مند ہوتا ہے۔ موٹا پیسا ہوا آٹا باریک چھلنی سے چھان لیجیے۔ اس میں جو بھوسی نکلے اُس کا ایک چمچ لیں اور پانی میں اُس کو چائے کے انداز پر جوش دیں۔ اس میں ذرا سا میٹھا ملا سکتے ہیں۔ صبح یہ نہار منہ پیئیں۔ خشک کھانسی کے لیے فائدہ مند ہے۔ اس کے ساتھ ہی رات کو ۱۲ گرام لہو قہ سپستل گرم پانی میں ملا کر پی لیا کریں۔
بچپن میں سفید بال

س: میرے چھوٹے بھائی کی عمر ساٹھ تین سال ہے۔ اس کے سر کے بال سفید ہو رہے ہیں، وہ بالکل تن درست ہے۔ کوئی ایسا علاج بتائیے کہ اس کے سر کے بال بالکل فطری رنگ کے ہو جائیں۔
شازیہ اصغر علی، لاہور

ج: سائنس اب تک یہ دریافت نہیں کر سکی ہے کہ آخر جسم میں کیا تبدیلی آتی ہے کہ کالے بال سفید ہو جاتے ہیں۔ جب تک ماہرین اس حقیقت تک نہ پہنچ جائیں کوئی علاج بھی دریافت نہیں ہو سکتا۔

آملے کا مڑیا شہرت رکھتا ہے۔ ایک تولہ (۱۲ گرام) یہ مڑیا چھوٹے بھائی کو صبح روزانہ میوٹل تک کھلائیے۔ شاید بال سفید ہونا بند ہو جائیں۔

کمر میں درد رہتا

س: میری عمر ۵ سال ہے۔ میری کمر میں درد اور سر میں چکر رہتا ہے۔ جسمانی لحاظ سے بہت کم زور ہوں۔ علاج بتائیے۔
شیر بہادر افغانی، کراچی

ج: آپ شیر ہیں، بہادر ہیں اور افغانی ہیں؛ پھر درد کمر کا کیا کام۔ شیروں اور بہادروں کے بھی کمر میں کبھی درد ہوا ہے، بہتر ہے کہ آپ جہلا کے لیے چلے جائیے۔ ہم بھی دیکھیں کہ کیسے کمر کا درد باقی رہتا ہے۔ کمر کا درد آرام طلبی کی علامت ہے۔ اس کا علاج محنت اور جفاکشی سے

کرنا چاہیے۔

چہرے پر سفید نشان

س: میری عمر ساڑھے تیرہ سال ہے۔ میرے چہرے پر بہت سارے سفید نشانے ہیں۔ بہت سے ڈاکٹروں کو دکھایا اور بہت سی گولیاں کھائیں، لیکن کوئی اثر نہ ہوا۔ میرا بی کر کے آپ اس کا کوئی علاج بتائیں۔

ج: یقینی طور پر آپ کی آنکھوں میں بڑے کیڑے ہیں۔ کسی اچھے معالج کے مشورے سے کیڑے مار دو۔ استعمال کر لیجیے تاکہ آنتیں صاف ہو جائیں۔ اس کے بعد اس کا خیال رکھیں کہ آپ زیادہ میٹھا نہ کھائیں اور یہ کہ گرم کھانا کھا کر ٹھنڈا پانی نہ پیئیں۔ ہضم کی درستگی کے لیے کھانے کے بعد چند دن کوئی چرن (حب کبد نوشادری وغیرہ) استعمال کر لیجیے۔

آنکھیں کم زور ہیں

س: میری عمر پندرہ سال ہے۔ میری آنکھیں کچھ کم زور ہیں اور ان کا نمبر نفی صفر اعشاریہ تیس (۰.۶۲) ہے۔ میں پائلٹ بننا چاہتا ہوں، جس کے لیے آنکھ بالکل تیز ہونی چاہیے۔ براہ مہربانی کوئی غذا بتائیے، جس کے کھانے سے میری آنکھیں بالکل صحیح ہو جائیں۔ ناصر احمد، کراچی

ج: آنکھوں کی یہ کم زوری زیادہ تشویش ناک نہیں ہے۔ پھر بھی آپ اس قدر کم زوری کی وجہ سے پاکستان ایئر فورس میں پائلٹ کی حیثیت سے بھرتی نہیں ہو سکتے۔ ہمارے ہاں گاجروں کو خور و ملتے ہیں۔ گاجروں کا رس (جوس) بینائی کے لیے ایک بہترین غذا ہے۔ ایک سیر گاجروں کا رس نکال کر روزانہ پینے دو مہینے پی ڈالیں۔

پسینا بہت آتا ہے

س: مجھے پسینا بہت آتا ہے۔ میں جب لکھنے بیٹھتی ہوں تو پسینے سے سارا کاغذ بھیگ جاتا ہے۔ آپ اس مسئلے میں میری مدد کریں۔ حمیدہ سمیع خانزادہ، نوشہرہ فیروز

ج: شاید آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ کے ہاتھوں میں پسینا آتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو یہ اس کی علامت ہو سکتی ہے کہ آپ کسی ذہنی دباؤ یا تناؤ کی کیفیت سے دوچار ہیں۔ یعنی آپ پر گہرا دھڑ طاری ہو یا کوئی پریشانی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ صورت پیدا انشی ہو اور ہاتھوں کی جلد میں پسینے کی گلیٹیاں متحرک ہوں۔ میں اس پیدا انشی کیفیت کا کوئی حتمی علاج تجویز نہیں کر سکتا۔ ویسے بیگن کا

پانی یا چائے کی کچی ہوئی پیٹیوں کا ہاتھ میں رات کو لگانا فائدہ دے سکتا ہے۔
آنکھوں میں پانی آجاتا ہے

س: جب بھی پڑھتی ہوں آنکھوں میں پانی آجاتا ہے اور درد ہوتا ہے، حال آنکہ میں صرف دو گھنٹے مطالعہ کرتی ہوں۔ کوئی علاج بتائیے؟
ج: کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آنکھوں میں رو بہ پیدا ہو گئے ہوں؟ اچھا تو یہ ہے کہ آنکھوں کے کسی دباہر سے آنکھوں کا معائنہ کرایا جائے۔ یہ صورت آنکھوں کی کسی کم زوری کی وجہ سے ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ دماغی کم زوری بھی اس کا سبب ہو سکتی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب آپ مطالعہ کرتی ہیں تو روشنی کافی نہ ہوتی ہو۔ سب چیزوں پر غور کر لینا چاہیے۔ ایک مفید تدبیر یہ ہے کہ روزانہ صبح اور رات ٹھنڈے صاف پانی کے چھلکے آنکھوں میں مارے جائیں۔ اس سے آنکھوں کو بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

نیند میں بولنا

س: میری عمر تیرہ سال ہے، میں دن کو جو کام کرتا ہوں رات کو نیند میں بتاتا رہتا ہوں، صبح گھروالے کہتے ہیں تم رات بھر بولتے رہتے ہو، مجھے ان کی بات پر یقین نہیں تھا، ایک دفعہ انھوں نے میری باتیں رکارڈ کر لیں، آپ مجھے اس کا کوئی علاج بتائیے۔
ج: یہ تو بڑی خطرناک بات ہوئی، اس طرح تو آپ کے سارے راز افشاں ہو جائیں گے۔ اس کا تو کچھ علاج کرنا ہی پڑے گا۔ مزہ تو یہ ہے کہ انسان ایسے کام کرے کہ کوئی راز ہی نہ ہو۔ زندگی کھلی کتاب ہو۔ ایسے لوگ کہ جو صاف سترے ہوتے ہیں ان کا کوئی راز نہیں ہوتا اور وہ بڑی چین کی زندگی گزارتے ہیں۔

آپ کا دماغ کم زور ہے۔ اس کا علاج مغز بادام شیریں سے کرنا چاہیے۔ رات کو ۱۵ دانے بادام پانی میں بھگو دیں، صبح خوب چبا کر یا خوب باریک پیس کر دودھ میں ملا کر پیجیے۔ اگر یہ مشکل ہو تو ہمدرد کی ”سومینا“ لے لیجیے۔ اس کا ایک چمچ صبح یا رات دودھ یا پانی میں ملا کر پینا شروع کر دیجیے۔



حضرت علیؑ کا ایک فیصلہ

ایک شخص زہ بن جُبیش نے بیان کیا ہے کہ دو شخص کھانا کھانے لگے۔ ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں ایک اور شخص آگیا تو انھوں نے اسے بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ کھانے کے خاتمے پر تیسرے شخص نے انھیں آٹھ درہم اپنے کھانے کی قیمت دے دی۔

اب ان دو آدمیوں میں اس رقم کی تقسیم پر جھگڑا شروع ہوا۔ جس شخص کی پانچ روٹیاں تھیں اُس نے اپنے ساتھی سے کہا کہ آپ کی تین روٹیاں تھیں، اس لیے تین درہم آپ کا حق بنتا ہے، لیکن وہ اس بات پر اڑ گیا کہ میرا حق نصف بنتا ہے۔

وہ یہ مقدمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لے گئے۔ حضرت علیؑ نے تین روٹیوں والے سے فرمایا کہ آپ کا ساتھی آپ کو تین درہم دے رہا ہے، آپ لے لیں۔ اس نے کہا، "امیر المومنین، میں اس پر راضی نہیں"۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر آپ تین درہم لینے پر راضی نہیں تو انصاف کی رو سے آپ کا حق صرف ایک درہم ہے۔ اس شخص نے کہا، "امیر المومنین، وہ کیسے؟" حضرت علیؑ نے فرمایا:

"دیکھیے! اگر آپ کی تین روٹیوں کے تین تین حق کیے جائیں تو نو حق بنتے ہیں اور اگر آپ کے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے بھی تین تین حق کیے جائیں تو پندرہ حق بنتے ہیں۔ یہ سب مل کر چوبیس حق بنتے جو آپ تینوں نے مل کر کھائے۔ گویا ہر آدمی نے آٹھ حق کھائے۔ آپ نے اپنے نو حقوں میں سے آٹھ حق تو خود کھالے اور ایک حق تیسرے شخص نے کھایا۔ آپ کے ساتھی نے اپنے پندرہ حقوں میں آٹھ حق تو خود کھائے اور سات حق تیسرے شخص نے کھائے۔ اس حساب سے آپ کا حق ایک درہم بنتا ہے اور سات درہم آپ کے ساتھی کے حق میں آتے ہیں"۔

اس شخص نے کہا، "امیر المومنین، اب میری تسلی ہو گئی ہے"۔

mayfair a sweet favourite

mayfair
Milk Bon Bon
Sweets and Toffees



Adarts

گم شدہ اُونٹ اور چار وزیر

بہت دنوں کی بات ہے کہ ایک بادشاہ تھا۔ اس کا نام تھا اَلَاکیا۔ اس کے پاس بے انتہا دولت تھی۔ لوگ بڑے خوش حال تھے۔ ہر طرف امن و سکون تھا۔ شیر بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔ کوئی لڑائی جھگڑائیں ہوتا تھا۔ بارش بھی اپنے وقت پر ہوتی تھی، لہذا اناج کی فراوانی تھی۔

اسی جگہ ایک دولت مند تاجر رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کا اُونٹ کھو گیا۔ تاجر اپنے اُونٹ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے اتنی دُور لُکھ گیا کہ ایک دوسرے شہر میں پہنچ گیا۔ اس شہر کا بادشاہ دوسرا تھا۔ اس کے چار وزیر کسی وجہ سے ناراض ہو گئے اور دربار چھوڑ کر شہر سے چل پڑے۔ راستے میں انھیں ایک اُونٹ کے پیروں کے نشانات دکھائی دیے۔ ہر ایک نے ان نشانات کو دیکھ کر اپنی اپنی رائے دی۔ اتنے میں ان چاروں کی مڈبھیڑ اُسی تاجر سے ہو گئی، جو اپنے اُونٹ کو تلاش کر رہا تھا۔

تاجر نے ان سے کہا، ”آپ لوگوں نے راستے میں کوئی اُونٹ تو نہیں دیکھا؟“

اس پر ایک وزیر بولا، ”کیا اس اُونٹ کی ایک ٹانگ میں لنگ تھا؟“

”جی ہاں“ تاجر بولا۔

اتنے میں دوسرے وزیر نے کہا، ”کیا اس کی ایک آنکھ بھی خراب تھی؟“

”جی ہاں“ تاجر بولا۔

اتنے میں تیسرا وزیر بولا، ”کیا اس کی دُم بہت چھوٹی تھی؟“

”جی ہاں، جی ہاں، کیا آپ نے اسے دیکھا ہے؟“ تاجر نے بے تاب ہو کر کہا۔

اتنے میں چوتھا وزیر بولا، ”کیا اس کا بیٹ بھی شراب تھا؟“

”جی ہاں، جی ہاں، مگر اب وہ سب کہاں؟“ تاجر نے پوچھا۔

اس پر پہلا وزیر بولا، ”ہم نے اسے دیکھا تو نہیں، لیکن ہم نے اس کے قدموں کے نشانات دیکھے ہیں۔“

تاجر نے خُنجھلا کر کہا، ”کیا مطلب ہے آپ کا؟ ذرا اس کی وضاحت کیجیے۔“

اس پر ایک وزیر بولا، "ہم تم کو یہ تو بتا نہیں سکتے کہ وہ کہاں ہے۔ ہم لوگ بادشاہ
 اَلَاکِیسا کے پاس جا رہے ہیں۔ اگر تم ہمارے ساتھ چلو تو ہم تم کو اپنی معلومات کے بارے میں بتا دیں گے۔"
 چنانچہ تاجر ان لوگوں کے ساتھ چلا گیا اور وہاں جا کر اس نے بادشاہ سے
 شکایت کی کہ ان چاروں نے اس کا اونٹ چرائیا ہے اور کہیں چھپا دیا ہے۔ بادشاہ نے
 سوچا کہ یہ لوگ جب اونٹ کے بارے میں اتنی باتیں صحیح صحیح بتا رہے ہیں تو پھر یقیناً
 یہ جانتے ہوں گے کہ اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا:

"تم لوگ سچ سچ بتاؤ کہ بات کیا ہے۔ اگر ذرا بھی جھوٹ بولے تو پھر میں تم کو مرادوں گا۔"
 یہ سُن کر پہلا وزیر بولا، "میں نے پہلی بار اونٹ کے قدموں کے نشانات جو دیکھے تو
 میں نے یہ دیکھا کہ اس کے ایک پیر کے نشانات درست نہیں ہیں۔ لہذا میں نے یہ
 نتیجہ نکالا کہ اونٹ ننگڑا ہے۔"

یہ سُن کر بادشاہ بولا، "ٹھیک ہے۔" پھر اس نے دوسرے وزیر سے کہا کہ اب تم بتاؤ۔
 دوسرا وزیر بولا، "میں نے یہ دیکھا کہ سڑک کے بائیں جانب کے درختوں کی پتیاں
 ٹوچی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ لہذا اس سے میں نے یہ سمجھ لیا کہ اونٹ کدواہی اُتکھڑا ہے۔"
 اس کے بعد تیسرا وزیر بولا، "میں نے یہ دیکھا کہ سڑک پر خُون کے قطرے پڑے ہوئے
 ہیں۔ اس سے میں نے یہ سمجھا کہ یہ مکھیوں کے کاٹنے کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ لہذا میں
 نے یہ نتیجہ نکالا کہ اونٹ کی دُم بہت جھوٹی ہے اور وہ اپنی دُم سے مکھیوں کو نہیں اڑا سکتا۔"
 اس کے بعد چوتھا وزیر بولا، "میں نے یہ دیکھا کہ اونٹ کے اگلے پیر تو زمین پر
 ٹھیک سے پڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن پچھلے پیر زمین کو برائے نام ہی چھوئے ہیں،
 لہذا میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ پیٹ کے درد کی وجہ سے اونٹ پچھلے پیر کو ٹھیک سے زمین پر نہیں رکھ پاتا۔"
 بادشاہ نے جب یہ وضاحت سنی تو وہ ان چاروں آدمیوں کی ذہانت کا قائل ہو گیا
 اور بولا، "بہت خوب! بہت خوب! اب میں اس معاملے کا فیصلہ یہ کرتا ہوں کہ تاجر کو
 تو اس کے اونٹ کا معاوضہ دیے دیتا ہوں اور تم چاروں آدمی میرے پاس رہو اور
 میرے مشیر بن جاؤ، کیوں کہ ہمیں تمہارے جیسے ذہین آدمیوں کی بے حد ضرورت ہے۔"
 لہذا وہ لوگ اس بادشاہ کے پاس رہنے لگے اور اس کے وزیر بن گئے۔

تحفہ

سکراتے جلے ———— عظیم اقوال ———— ان کے نکتے ———— دل چسپ تحریریں

استاد کی عظمت

مرسلہ: ہما اختر لاؤ کا نہ

سکند سے کسی نے پوچھا آپ استاد کو باپ پر کیوں ترجیح دیتے ہیں؟ جواب دیا کہ اس لیے کہ باپ تو مجھے آسمان سے زمین پر لایا اور میرا استاد اس طرح مجھے زمین سے آسمان پر لے گیا۔

خوش قسمت

مرسلہ: ہما اختر لاؤ کا نہ

دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں ایک وہ جو سوچتے ہی رہتے ہیں اور کہتے کچھ نہیں۔ اُن سے کچھ نہیں بن سکتا۔ دوسرے وہ جو ناپ شناس بلا سوچے سمجھے ہر طرف ہاتھ مارتے ہیں اور ہر طرف سے منہ کی کھالتے ہیں۔ تیسرے وہ جو سوچتے بھی ہیں اور کہتے بھی جانتے ہیں۔ یہی خوش قسمت آخر میں کو سونا بنا لیتے ہیں۔

اللہ ہی اللہ

مرسلہ: طلق سید و مرثیہ سکندر

جب کہا جاتا ہے کیا حضرت تشریف لائیں گے؟ تو جواب میں کہتے ہیں ان شاء اللہ۔ کہہ دو درد میں پکارا جاتا ہے ہائے اللہ۔ کام شروع کرتے وقت پڑھتے ہیں

بسم اللہ۔ اگر تعریف کرنی ہو تو کہا جاتا ہے سبحان اللہ۔ کسی نے مدد کی تو کہتے ہیں، جزاک اللہ۔ بد وقت ملاقات کہا جاتا ہے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جب چھینک آئے تو کہا جاتا ہے الحمد للہ۔ جواب میں کہتے ہیں یرحمک اللہ۔ اظہار لغزت ہر کہتے ہیں، لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور کسی کی خوبی پر کہیں گے، ما شاء اللہ۔

بات کا اعتبار

مرسلہ: تنویر کوثر کراچی

عرب کے ایک شیخ کے پاس عہدہ نسل کا ایک برقع رفتار گھوڑا تھا۔ لوگ اس کی منہ مانگی قیمت دینے کو تیار تھے، مگر شیخ اس کے باوجود اسے فروخت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ گھوڑے کی شہرت سن کر ایک نائی گرامی شہ سوار شیخ کے پاس پہنچا اور ایک بڑی رقم دے کر گھوڑا خریدنا چاہا۔ اس نے کہا، ایسے اچھے گھوڑے کا مستحق مجھ سا شہ سوار ہی ہو سکتا ہے۔ شیخ نے کہا، ٹھیک ہے، میں تمہاری شہ سواری کا قائل ہوں، لیکن گھوڑا مجھے لے کر عزت نہ ہے۔ اس لیے اسے میں کسی قیمت پر نہیں بیچ سکتا، شیخ کی یہ فیصلہ کن بات سن کر شہ سوار بے حد مایوس ہوا، پھر فیصلہ کن لیے میں کہا، اچھا شیخ میں چلتا

ہوں، مگر ایک بات یاد رکھنا، جو چیز مجھے پسند آجاتی ہے
میں اسے حاصل کیے بغیر نہیں چھوڑتا۔“

کچھ دنوں کے بعد شیخ یہ واقعہ سہول گیا۔ ایک روز
وہ اپنے گھوڑے پر سوار جنگل سے گزر رہا تھا کہ راستے میں
ایک کم زور اور بیمار آدمی نظر آیا، جو منزل تک پہنچنے
کے لیے سولہ کی محتاج تھا۔ شیخ کو اس پر ترس آگیا۔
وہ خود اُترا اور بیمار شخص کو گھوڑے پر بٹھا دیا۔ وہ
شخص گھوڑے پر بیٹھے ہی تین درست و توانا نظر آنے
لگا۔ شیخ نے حیرت سے اسے دیکھا اور چونک پڑا، کیونکہ
یہ وہی شخصہ سوار تھا، جس کا گھوڑا خریدنا چاہتا تھا۔
شخص نے زہریلی آنسی کے ساتھ شیخ سے کہا: ”شیخ!
گھوڑے کی باگ میرے ہاتھ میں ہے، انگلی کے ایک
اشارے کے ساتھ یہ ہمارے ہاتھ کرنے لگے گا اور تم
منہ دیکھتے رہ جاؤ گے، اور پھر منزل تک پہنچنے کے لیے
تمہیں کسی دوسرے کی مدد حاصل کرنی پڑے گی۔ یہ
کہہ کر شہ سوار روانہ ہونے ہی والا تھا کہ شیخ نے کہا،
”ذرا ٹھہرو، ایک بات سننے جاؤ، میری التجا ہے کہ اگر لوگ
تم سے اس گھوڑے کے حصول کی بابت دریافت کریں
تو ان سے کہنا کہ شیخ نے یہ مجھے جتنے کے طور پر دیا ہے
کیوں کہ اگر تم نے یہ کہا کہ تم نے یہ گھوڑا شیخ کو بے
وقف بنا کر حاصل کیا ہے تو لوگ ضرورت مندوں کی
بات کا اعتبار کرنا چھوڑ دیں گے اور آئندہ کوئی کسی
کی مدد کے لیے تیار نہ ہوگا۔“

شہ سوار پر اس بات کا بے حد اثر ہوا۔ اس نے

گھوڑے سے اُتر کر معافی مانگی اور گھوڑے کی باگ
شیخ کے ہاتھ میں دے دی۔

حاضر جوابیاں

مراد: محمد غلام حسین مین

● بچپن میں استاد نے علامہ اقبال کو املا لکھا
تو انہوں نے غلط ”کو“ ”ط“ سے کھنکھنے کے بجائے ”ت“
سے لکھا۔ استاد نے لڑکا کہ لفظ ”غلط“ ”ت“ سے نہیں
”ط“ سے لکھا جاتا ہے۔ علامہ اقبال نے بے ساختہ کہا،
”غلط کو غلط ہی کہنا چاہیے۔“

● قائد اعظم محمد علی جناح ایک مقدس کی پیروی
کر رہے تھے، مگر زیر محشر طہنہ سے بولا:

”مسٹر جناح، آپ کی باتوں کو میں لپک کان سے
سننا ہوں اور دوسرے کان سے نکال دیتا ہوں۔“

قائد اعظم نے برصغیر جواب دیا، آپ کے دونوں
کانوں کے درمیان کی جگہ خالی ہے۔“

● ایک خاتون نے برنارڈ شا کی حاضر جوابی کے بارے
میں بہت کچھ سنا تھا جب وہ برنارڈ شا سے ملیں تو شانے
کہا: مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔“

خاتون نے کہا، معاف کیجیے! میں آپ کے لیے
یہ جملہ نہیں استعمال کر سکتی۔“ برنارڈ شا نے فوراً کہا، خاتون!
کیا آپ میری طرح جھوٹ نہیں بول سکتیں۔“

انسان کی خوشی

مراد: اللہ علی، حیدر آباد

ستر لاکھ حکم نے کیا خوب لطیف کہا ہے کہ اگر تمام

اہل دنیا کی معیتیں ایک جگہ لاکر ڈھیر کر دیں اور پھر سب کو برابر بانٹ دیں تو جو لوگ اب اپنے تئیں بد نصیب سمجھ رہے ہیں وہ اس تقسیم کو معیت اور پہلی معیت کو غنیمت سمجھیں گے۔

ایک اور حکیم اس لطیفے کے مضمون کو اور بھی بالاترے لے گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر ہم اپنی اپنی معیتوں کو آپس میں بدل بھی سکتے تو پھر ہر شخص اپنی پہلی ہی معیت کو اچھا سمجھتا۔ — توحیدیں آزاد

کس کا ذکر

مرسلہ حسنہ جب ملی، نواب شاہ

ایک گھر میں لوگ تعزیت کے لیے جمع تھے اور دستور کے مطابق ذکر کر رہے تھے کہ خدا بخشے مرحوم بڑی خوبیوں کا مالک تھا۔ درمحل اور سخی تھا۔ بڑی پتھری کو ہمیشہ چش و عشرت میں دکھا۔ ان ہمہ لے پناہ متہ پتھری کی وغیرہ وغیرہ۔

یہ سن کر بڑی نے اپنے بیٹے سے غصے کے عالم میں کہا: لوگ ایسے مرعوں پر بھی ادھر ادھر کی باتیں باز نہیں آتے۔ پتا نہیں کس کا ذکر لے بیٹھے ہیں؟

پھول چڑھانے کی جگہ

مرسلہ مران غرور خلی، کراچی

مہم بھارت ہے۔ گاندھی جی ہمیں پیدا ہوئے تھے۔ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کو مہاتما کہتے تھے۔ چنانچہ مارکر ان کو بے دھن کر دیا اور سامدی بنا دی۔ دوسرے ملک کے بڑے لوگ آتے ہیں تو اس پر

پھول چڑھاتے ہیں۔ اگر گاندھی جی نہ مرتے یعنی نہ ملے جاتے تو پھر بے ہندوستان میں عقیدت مندوں کے لیے پھول چڑھانے کی کوئی جگہ نہ ہوتی۔ یہی مسئلہ ہمارے یعنی پاکستان والوں کے لیے بھی تھا۔ ہمیں قائد اعظم کا نمونہ ہونا چاہیے کہ خود ہی مر گئے اور سفارتی نمائندوں کے پھول چڑھانے کی ایک جگہ پیدا کر دی ورنہ شاید وہیں بھی ان کو مارنا ہی پڑتا۔ (اردو کی آخری کتاب سے۔ این افشام)

ایک شعر

مرسلہ سید جعفر حسن، کراچی

پھول ہی دیا میں یا پر یاں قطار اندر قطار

اُٹھ دے اُٹھ دے نیلے نیلے پیلے پیلے ہر جن

— اقبال

دانا

مرسلہ سرفراز آبادی، کراچی

جین کے ایک دانے کسی نے ایک بار سوال کیا کہ آیا کوئی ایسا لفظ بھی ہے جس میں انسان کی خوشی کا راز چھپا ہو۔ اس نے جواب دیا، لفظ ”مُتو“ ہاں، جس کے معنی ہیں: ”دوسروں کے ساتھ وہ سلوک نہ کرو جو تم اپنے لیے گوارا نہیں کرتے“ — ٹکشاٹی

الٹو کھا امتحان

مرسلہ حافظ احمد علی اللہ ارباب سکور

بدعادت کی تاریخ میں مشہور طبیب ”جیوگ“ کا نام ملتا ہے۔ وہ ٹیکسلا میں سات برس تک طب کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ پورے سات برس بعد ”جیوگ“ کے اُستاد

نے اُسے پھاڑا دیا اور کہا: جاؤ! شہر کے آس پاس جو
پودے دوڑوں میں استعمال نہ ہوتے ہوں وہ کھینچ لاؤ۔
جب تک کہ کئی دن بعد غالی ہاتھ واپس آیا اور استاد
سے بولا: مجھے ایسا کوئی پودا نہیں ملا جو دوڑوں میں استعمال
نہ کیا جاسکے۔

استاد یہ سن کر مسکرایا اور سندھ کا کر کے جھوک کو
مطلب کرنے کی اجازت دے دی۔

زندگی ایک سفر ہے

مرسلہ: محمد خالد جومرہ کراچی

نہ جانے کتنے دن گزر گئے اور گزرتے رہیں گے
سفر شروع کیے۔ عرصہ گزرا، کئی راہیں بدلیں، کئی راستے
آزمائے، کئی مسافر ملے، کئی دوست بنے اور یہ سفر جاری
ہے اپنی تمام تر رنگینوں، دل فریبیوں، تلخیوں، ہنگاموں
سے بھر، لیکن اصل مقصد کے بغیر حقیقت سے دُور ہر آج
اتنی جلد کل ہو جاتا ہے جیسے آنکھوں کی پلک جھپکے یا کئی
سے تیر لپکے۔

ہر راہی دوسرے سے بڑھنے کی فکر میں ہے
دھکے دے کر، بٹا کر، گر کر، مگر تیز، تیز تر، تیز ترین، کوئی
گھاڑی پر، کوئی سانپ پر، کوئی راکٹ پر اور کوئی پیدل
ہر ایک رولوں دوڑاں، ہر ایک متحرک، لیکن ان سب کو
کہاں جانا ہے، یہ کہاں رکھیں گے، کہاں ٹھہریں گے، کوئی
خبر نہ کوئی ٹھکانہ تو ہو گا۔

اصل ٹھکانا کہاں ہو گا؟ ابھی کون سوچے، ابھی
پانس باقی ہے، ابھی جان باقی ہے۔ یہ سفر کتنا طویل ہے

یا مختصر کروں جانے کے خیر۔ پردہ غفلت کو کب چاک
ہونا ہے؟ جب چراغ بجھنے لگے یا جب بلبل پھٹنے لگے۔

یتیم بچے

مرسلہ: ایم ایف مدنی کراچی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتیم بچوں کی نگہداشت
کی بے حد تاکید فرماتے ہیں جب مسجد نبوی کی تعمیر و پیش
تھی تو حضور کو معلوم ہوا کہ جس زمین پر مسجد تعمیر کی جا رہی
ہے یہ دو یتیموں کی ہے۔ آپ نے فرمایا: میں یہ زمین قیمتاً
خریدوں گا، کیوں کہ یہ یتیموں کی ملکیت ہے۔

خاندان نجات کے لوگ جو اس زمین کے مالک بنائے
جاتے تھے، انھیں لے گیا:

”ہم قیمت خدا سے لیں گے۔“

اس پر آپؐ نے دونوں یتیم بچوں کو جو اس زمین کے
اصل وارث تھے بلوایا اور ان سے پوچھا: انھوں نے
زمین بلا قیمت، نذر کرنا چاہی، لیکن حضورؐ نے انھیں مانجھ
جانی کہ قیمت ادا کرنے پر اصرار فرمایا۔ آخر حضرت ابو ابراہیم
نے زمین کی قیمت ادا کر دی۔ — حضرت عثمان

دو شعر

مرسلہ: اسد رحمان، شاہان شاہد اہل

آج اگر کم قہار ہیں ہم لوگ

کل کی دلی کشمکش ہمار ہیں ہم لوگ

ذرا ایک دن بھاڑ بھی ہو گا

قہر کا آتش ہمار ہیں ہم لوگ

— نظریں نیر مدنی

وسیع باری

سترہ سال پہلے کا ذکر ہے گنگرہ یا لے بالوں والا خوب صورت لڑکا پاکستان کی طرف سے
 وکٹ کیپنگ کے لیے وکٹوں کے پیچھے کھڑا ہوا۔ اس کی عمر انیس سال تھی۔ پھر تو اس نے اپنی جگہ ایسی
 بنی کر لی کہ پورے سترہ سال وکٹ کیپنگ کرتا رہا۔ پاکستان نے اس دوران پورے نوے فیصد



کھیلے ان میں سے آکسیائی ٹیسٹ ایسے تھے جن میں اس لڑکے نے وکٹ کیپنگ کی۔
 آج بھی اس کے بال سیاہ اور گھنگریالے ہیں۔ چہرے پر روزِ ازل جیسی تازگی اور محسوسیت
 ہے، مگر اس مدت میں وہ کیا کچھ کر چکا ہے وہ بھی سن لیجیے۔ آج وہ دنیا کے ان چند وکٹ
 کپروں میں سے ہے جو سو سے زیادہ بیٹس مینوں کو آؤٹ کر چکا ہے اور ایک ہزار سے زیادہ رن
 بنا چکا ہے۔ پاکستان کا یہ مشہور کھلاڑی وسیم ہاری ہے۔ وکٹوں کے پیچھے کھڑے ہو کر وسیم ہاری نے
 کل ملا کر ۲۲۸ بیٹس مینوں کو آؤٹ کیا ہے۔ وسیم ہاری نے پچھلے دنوں اپنے ٹیک دوش ہونے کا
 اعلان کیا ہے۔ ہم یہاں ان کی خاص خاص باتیں گنارہے ہیں۔

پورا نام : وسیم ہاری

عرفیت : بلی

پیدائش : ۲۳ مارچ ۱۹۶۸ء

جائے پیدائش : کراچی

تعلیم : بی کام

قسم : وکٹ کپر اور دائیں ہاتھ سے کھیلنے والے بیٹس مین

ٹیم : پی آئی اے

فرسٹ کلاس کرکٹ کی ابتدا : ۶۵-۱۹۹۴ء کراچی

بہترین وکٹ کیپنگ : پی آئی اے کی طرف سے ۷۸-۱۹۷۷ء میں سندھ کے خلاف کھیلے ہوئے

ایک اننگ میں سات بیٹس مینوں کو آؤٹ کیا۔

سب سے بڑا اسکور : ۷۷ رن جو ۷۶-۱۹۷۵ء میں پی آئی اے کی طرف سے نیشنل بینک کے

خلاف بنائے۔

خاص دل چسپی : اسکواش کھیلنے سے ہے۔

پسند : ایمان داری۔

نا پسند : غیبت۔

پہلا ٹیسٹ : ۱۹۹۷ء میں انگلستان کے خلاف کھیلا۔

بہترین کیپنگ : آکلینڈ میں ۷۹-۱۹۷۸ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف کھیلے ہوئے ایک اننگ میں

سات کیج لیے۔

ٹیسٹ میں بہترین اسکور: ۸۵ رن جولاءِ ۱۹۷۹ء تا ۱۹۷۸ء میں بھارت کے خلاف بنائے۔

یادگار لمحہ: جب شادی ہوئی۔

آنکھوں کا رنگ: سیاہ۔

بالوں کا رنگ: سمجورا ماٹل سیاہ۔

پیشہ: پی آئی اے میں ملازمت۔

پسندیدہ ٹی وی شو: ڈیٹ از یور لائف۔ (THAT IS YOUR LIFE)

پسندیدہ فلم: ڈاکٹر زوگلو۔

پسندیدہ گلوکار: نانا مسکوری۔

پسندیدہ کھانا: دال چاول۔

پسندیدہ مشروب: پھلوں کا رس۔

پسندیدہ تقریبی مقام: جزائرِ غرب الہند۔

کھیل کا خوف: کہیں زخمی نہ ہو جائیں۔

مشغلہ: کتابوں کا مطالعہ۔

سب سے بڑی خوش نصیبی: کرکٹ کھیلنے کو ملی۔

جہاں جہاں کھیلے ہیں: انگلستان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ، ویسٹ انڈیز، بھارت اور سری لنکا۔

اپنا پتا ضرور لکھیے

بعض فونہال اپنے خط میں، مضمون یا کہانی وغیرہ پر اپنا پتا نہیں لکھتے۔ یاد رکھیے، جب بھی آپ کسی کو خط لکھیں اپنا پتا ضرور لکھیں۔ یہ نہ سوچیے کہ آپ کا پتا جس کو خط لکھ رہے ہیں اُس کے پاس محفوظ ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کا پتا کھو گیا ہو، یا جواب دیتے وقت اس کو نہیں ملے۔ اگر آپ اپنے کسی عزیز کو بھی خط لکھ رہے ہوں تب بھی اپنا نام اور پتا ہر خط میں ضرور لکھ دیا کیجیے۔ یہ عادت بنائیجیے کہ جب بھی خط لکھنے بیٹھیں تاریخ اور پتا پہلے لکھ دیں۔

ہمدرد فونہال کے لیے بھی آپ جو چیز بھیجیں اس پر اپنا نام اور پورا پتا ضرور لکھ دیا کیجیے

سفید چمک دار دانت، ہنستا مسکراتا چہرہ



تبت ٹوٹھ پیسٹ

کے روزانہ استعمال سے دانت چمک دار
مٹھڑھے صحت مند اور سانس خوش گوار رہتا ہے۔



تبت

ٹوٹھ پیسٹ

سادہ اور فلورا ایڈ کے ساتھ

دھنک

سچ گیا کس طرح فلک دیکھو کیسی رونق ہے دُور تک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو
 نصف چکر میں ایک خوبی سے سات رنگوں کو مشترک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو
 تم جو فطرت کو دیکھنا چاہو اس کہاں کی چمک دمک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو
 مینہ برسنے کے بعد قطروں پر دھوپ کے عکس کی جھلک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو
 بیٹے والی ہے چند لمحوں میں سونے چاندی کی یہ مڑک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو
 کھیل قدرت کے سب نزلے ہیں دل میں لاؤ نہ کوئی شک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو
 فیض آنکھیں سرور پانیں گی پاک منظر کو بے دھڑک دیکھو
 آؤ بچو، حسین دھنک دیکھو



سید خالق، گڑھی اختیار خاں

کیا فرق ہے؟

ج : آواز نہروں کی شکل میں سفر کرتی ہے۔ اس کے ارتعاشات کی فی سیکنڈ تعداد فریکوئنسی کہلاتی ہے۔ یہ فریکوئنسی آواز میں فرق پیدا کر دیتی ہے۔ جب تک وہ حد میں رہتی ہے کہ ہم اُسے سُن سکیں، وہ "سرنک" کہلاتی ہے، لیکن جب بالائی حد کو پار کر جائے تو اس کو سرنک بن جاتی ہے، یعنی سرنک سے پرے، وپر۔ ہم ایسی آواز کو سُن تو نہیں سکتے، لیکن اُس سے دوسرے بہت سے کام لیے جا رہے ہیں، کیوں کہ وہ نہایت قوی ہوتی ہے۔ عام آواز اور بالائے صوتی یا مادہ رائے صوتی لہروں میں خاص فرق ہی ہے کہ ہم آواز تو سُن سکتے ہیں، لیکن دوسری کو نہیں سُن سکتے، جب کہ بعض خمریوں و دوسرے جان دار الزامونک سے متاثر ہو جانے میں، یعنی ان آوازوں کو سُن لیتے ہیں۔

س : بعض پودے برف رات ہی کو کیوں نکلتے ہیں، جیسے رات کی رانی وغیرہ؟

سید اکبر رضا شاہ، تلہ گنگ

ج : شاہد اس وجہ سے کہ ایسے پودوں کے پھولوں کو دن کی گرمی، دھوپ اور تیز روشنی پسند نہیں ہوتی۔ وہ رات کو نکلتے ہیں جب سورج عروب ہو جاتا ہے۔

س : شہاب ثاقب کس طرح بنتے ہیں؟ اور یہ روشن کس طرح ہوتے ہیں؟

امجد اقبال، اعوان، لاہور

ج : ہمارے چاروں طرف جو کائنات پھیلی ہوئی ہے، اُس میں ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ بہت سے ٹھوس اجسام بڑے کر دس سے انگ ہو کر فضا میں آوارہ بھرتے رہتے ہیں۔ اگر زمین ایسے کسی جسم کے قریب سے گزرتی ہے تو اُسے اپنی کشش سے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ اور وہ ٹھوس جسم جو چھوٹا بھی ہو سکتا ہے اور بڑا بھی، زمین کی جانب گرنے لگتا ہے، لیکن جب وہ ہوا کے غلاف میں سے گزرتا ہے تو اس کی زبردست رفتار اور رگڑ کی وجہ سے وہ جل اٹھتا ہے۔ اس سے روشنی بھی پیدا ہوتی ہے اور حرارت بھی۔ اُس کا جل ٹھن کر ختم ہو جانا ہمارے لیے اچھا ہے، ورنہ اتنی زیادہ بلندی سے، اتنی زیادہ رفتار کے ساتھ کوئی جسم ہمارے سر پر گرے تو نتیجہ ظاہر ہے۔ اس جسم کو شہاب ثاقب کہتے ہیں۔

س : آواز ہوا کی لہروں پر گردش کرتی ہے اور اُس کی ایک رفتار معین ہے تو پھر ہماری آواز دور بٹھے ہوئے آدمی کو کیوں نہیں سنائی دیتی ؟
 ج : وہ بان اعظم، ڈیرہ اسماعیل خاں
 ج : آواز گردش میں کرتی بلکہ وہ لہروں کی شکل میں ہوتا ہے نیز کہ ہمارے کانوں میں داخل ہوتی ہے اور ہمیں حساس ہوتا ہے کہ ہم فلاں آواز سن رہے ہیں۔ آواز کی رفتار ہوا میں معین ہے۔ لیکن آواز پانی میں سے بھی گزر سکتی ہے۔ وہ ٹھوس مٹی میں سے بھی، لیکن یہاں اس کی رفتار مختلف ہوگی۔ جس طرح مانی میں پیدا ہونے والی لہروں فاصلہ بڑھنے کے ساتھ ساتھ کم زور ہوتی چلی جاتی ہیں اُسی طرح آواز بھی فاصلے کے ساتھ ساتھ کم زور پڑتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور بٹھا ہو انسان آپ کی آواز ہمیں سن پاتا۔

س : میزائل کیا ہوتے ہیں۔ وہ کس طرح ہمارے میں نصب کیے جاتے ہیں اور کیا کام کرتے ہیں ؟
 شاذیہ رسول، ٹوبہ ٹیک سنگھ

ج : یہ وہ چیز ہے زور سے کسی نشانے کی طرف پھینکا جاتا ہے میزائل کہلاتی ہے لیکن آج کل میزائل سے مراد وہ راکٹ یا دھماکا پیدا کرنے کا گولا ہے جسے دشمن کے ٹھکانوں پر مارا جاتا ہے۔ اب یہ تھیلا ہمارے میں اس طرح لگا دیا جاتا ہے کہ ہمیں دبا دے ہی وہ خود بہ خود اپنے نشانے کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔ ان کا کام تباہی پیدا کرنا ہوتا ہے۔ دشمن کے مورچوں اور فوجی ساز و سامان کو تلف کر دینا ان کا مقصد ہے۔

س : خُرد بین کس طرح کام کرتی ہے ؟
 افرارہ القربس، کراچی

ج : آپ نے محذب یا آتشیں عرصہ زور دیکھا ہوگا جو ماروں پر پتلا اور بیج میں موٹا ہوتا ہے۔ اس کی مدد سے چھوٹی چیز بڑی معلوم ہوتی ہے۔ عام خُرد بین میں یہی تینہ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس چیز کو دیکھنا ہوتا ہے وہ اسی کے نیچے رکھی جاتی ہے اور بڑی معلوم ہوتی ہے۔ بہتر نتائج پیدا کرنے کے لیے ایک عرصہ اور استعمال کیا جاتا ہے جو آنکھ کے نزدیک ہوتا ہے۔ دونوں عرصوں کی مدد سے چھوٹی چیز بھی بڑی معلوم ہوتی ہے۔

س: بنوٹروں ہم اور ہائیڈروجن ہم کیا ہیں؟
 ج: اس سلسلے کی ابتدا دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر اُس وقت ہوئی جب اگست ۱۹۴۵ء میں جاپان کے دوشیزوں ہڈائیٹیم ہم گرائے گئے۔ آج وہ اٹیم چھوٹے اور معمولی سمجھے جاتے ہیں۔ سائنس دانوں کو مجبور کیا جاتا رہا اور وہ اٹیم ہم سے بھی زیادہ قوی اور زیادہ ہلکے ہم تیار کرتے رہے بنوٹرون اور ہائیڈروجن ہم زیادہ قوی اور زیادہ تباہ کن ہوتے ہیں۔

س: سورج گرہن کیوں ہوتا ہے؟
 ج: آپ جانتے ہیں کہ ہماری زمین اپنے محور پر گھومنے کے علاوہ سورج کے چاروں طرف بھی گھومتی رہتی ہے اور چاند ہماری زمین کے چاروں طرف گردش کرتا رہتا ہے۔ کبھی کبھی زمین چاند اور سورج ایک سیدھ میں آ جاتے ہیں اور چاند سورج کا چہرہ ڈھانپ لیتا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے سورج کی تھوڑی سی یا پوری سطح ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اسی کو سورج گرہن کہتے ہیں۔ یاد رکھیے کہ چاند یا سورج گرہن کے وقت ان کو کسی قسم کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی، کیوں کہ چاند سورج ہم انسانوں کی طرح جان دار نہیں ہیں۔

س: ٹیلی وژن پر تصویریں کس طرح دکھائی دیتی ہیں؟
 ج: روشنی اور بجلی میں قدرے طور پر ایک تعلق پایا جاتا ہے۔ اگر یہ قدرتی تعلق موجود نہ ہوتا، تو ٹیلی وژن کی ایجاد ممکن نہ ہوتی۔ ٹیلی وژن اسٹیشن پر اسٹوڈیو ہوتے ہیں، جن میں تیز برقی روشنی کا بندوبست ہوتا ہے۔ یہ روشنی اداکاروں اور دیگر اشیا سے ٹکرا کر جب کیمرے میں داخل ہوتی ہے تو وہ برقی ارتعاشات میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ یہ ارتعاشات وائرلیس کی لہروں کے ذریعہ سے چاروں طرف پھیل جاتے ہیں اور جب ٹیلی وژن سیٹ میں داخل ہوتے ہیں تو یہاں انہیں برعکس نظام ملتا ہے۔ یعنی ٹیلی وژن سیٹ اور اس کا پردہ ان برقی ارتعاشات کو پھر روشنی اور تاریکی میں تبدیل کر لے۔ یہ بہتر اسٹوڈیو والا منظر پیش کر دیتا ہے۔ یہ ہے ٹیلی وژن کا بنیادی اصول۔



وہ اندھا ہو گیا

عبدالحمید قریشی

بڑی مدت ہوئی ملک مصر کے شہر قاہرہ میں ایک امیر کبیر سوداگر رہتا تھا۔ اس سوداگر کا ایک لڑکا تھا جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ جب تین چار سال کا ہوا تو اُس کی امی کا انتقال ہو گیا۔ سوداگر کو عبداللہ سے اتنی محبت تھی کہ اُس نے اپنی بیوی کے مرنے کے بعد دوبارہ شادی نہیں کی بلکہ اپنے بیٹے کی بڑے لاڈ پیار سے پرورش کی۔ جب عبداللہ بڑا ہوا تو سوداگر نے اُس کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدرسے بھیجنا شروع کیا۔ عبداللہ نے تعلیم کی طرف زیادہ توجہ نہ کی وہ ہمیشہ یہی سوچا کرتا کہ ہمارے پاس بڑی دولت ہے، میں پڑھ لکھ کر



کیا کروں گا۔ سوداگر نے بہت کوشش کی کہ وہ کچھ پڑھ لکھ لے، مگر کام یا بنی نہ ہوئی۔ آخر اُس نے عبد اللہ کو مدرسے سے اٹھالیا اور اُسے کار بار سکھانے کی غرض سے اپنی دکان پر بٹھانے لگا۔ عبد اللہ کار بار میں بھی کوئی دل چسپی نہ لیتا تھا، اس لیے وہ اچھا سوداگر بھی نہ بن سکا۔ زمانہ گزرتا گیا۔ اب عبد اللہ کی عمر پچیس برس کے قریب ہو چکی تھی کہ سوداگر بڑا صنعت بیمار ہوا۔ بہت علاج ہوا، مگر فائدہ نہ ہوا اور ایک روز سوداگر چل بسا۔

عبد اللہ کے باپ نے اتنی زیادہ دولت چھوڑی تھی کہ اگر وہ کوئی کام نہ بھی کرتا تب بھی اُس کی زندگی آرام سے بسر ہو جاتی، مگر بڑی صحبت نے اُسے کہیں کا نہ چھوڑا تھا۔ بہت سے بڑے لوگ اُس کے دوست بن گئے اور وہ باپ کی دولت کو بڑی بے دردی سے لٹانے لگا جب وہ اپنی دولت کا بڑا حصہ بر باد کر چکا تو اُسے ہوش آیا، مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ اُس کے پاس اب اتنی دولت نہ تھی کہ وہ کوئی کار بار کرتا، پھر اُس کو نہ کار بار کا کوئی تجربہ تھا اور نہ وہ پڑھا لکھا تھا۔

آخر سوچ سوچ کر اُس نے یہ کیا کہ بیس اونٹ خرید لیے اور اُن پر سوداگروں کا مال لاد کر دوسرے شہروں کو لے جانے لگا۔ یہ بڑی بے عزتی کا کام تھا، مگر کیا کرتا۔ شاید قدرت بھی اُس کو سزا دینے پر رتنی ہوئی تھی۔ ایک روز وہ جنگل میں اپنے اونٹ چرا رہا تھا کہ ایک فقیر ادھر آنکلا۔ وہ بھوکا تھا۔ عبد اللہ کو معلوم ہوا تو اُس نے اپنا دمنز خوان بچھایا اور اُس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیا۔ کھانے سے فارغ ہوئے تو فقیر نے عبد اللہ سے پوچھا کہ تم پریشان معلوم ہوتے ہو، کیا معاملہ ہے؟ اس پر عبد اللہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اُس نے رو رو کر اپنی داستان سنا دی۔ فقیر نے اُس کو تسلی دی اور کہا کہ اُس کے پاس چاندی سونے اور میرے جواہرات کا اتنا بڑا خزانہ موجود ہے کہ اگر اُس میں سے بیس اونٹ بھی بھر لیے جائیں تب بھی وہ ختم نہ ہو گا۔ تم اپنے اونٹوں کو اکٹھا کر لو اور میرے ساتھ چلو، لیکن شرط یہ ہے کہ دس اونٹ تمہارے اور دس میرے ہوں گے۔ عبد اللہ مان گیا۔ وہ اپنے اونٹوں کو لے آیا اور فقیر کے ساتھ چل پڑا۔ انھوں نے تھوڑا سا راستہ طے کیا تھا کہ سامنے اونچے اونچے ٹیلے آ گئے۔ فقیر نے کہا، بس ٹھیر جاؤ، یہیں خزانہ ہے۔ پھر اُس نے کھڑے ہو کر دُعا مانگی۔ دُعا مانگنا تھا کہ زمین پھٹ گئی اور سونا چاندی میرے جواہرات کے انبار نظر آنے لگے۔ عبد اللہ اور فقیر نے ہل کر بیس

اونٹ ان چیزوں سے خوب بھر لیے۔ اب فقیر خزانے میں رکھے ہوئے ایک خوب صورت کبس کی طرف بڑھا۔ اُسے کھولا۔ اُس میں سے ایک سنہری ڈبیا نکالی اور اپنی جیب میں رکھ لی۔ عبد اللہ نے ڈبیا کو کھولا، مگر منہ سے کچھ نہ بولا۔ سوچا کہ راستے میں بات کروں گا۔ چلنے سے پہلے فقیر نے پھر دُعا مانگی اور خزانے کا دروازہ بند ہو گیا۔ دونوں چل پڑے۔ دس اونٹ عبد اللہ کے پاس تھے اور دس اونٹ فقیر لے جا رہا تھا۔ ابھی تھوڑی دُور چلے گئے کہ عبد اللہ کے دل میں لالچ پیدا ہوا۔ اُس نے فقیر سے کہا کہ بابا، آپ تو فقیر ہیں۔ دنیا کو چھوڑ چکے ہیں۔ آپ ان دس اونٹوں کا کیا کریں گے۔ وہ بانی سے پانچ اونٹ مجھے اور دے دیں۔ فقیر نے کہا: ”اچھا بھئی لے لو“ عبد اللہ نے پانچ اونٹ لے لیے۔

تھوڑی ہی دُور بعد عبد اللہ کے دل میں پھر لالچ پیدا ہوا۔ دل میں کہنے لگا کہ باقی پانچ اونٹ بھی فقیر سے مانگ کر دیکھوں شاید مل جائیں۔ چنانچہ پھر فقیر سے چکنی چڑی باتیں



کر لے لگا اور آخر وہ پانچ اونٹ بھی لینے میں کامیاب ہو گیا۔ اب اُسے اُس ڈبیا کا خیال آیا۔
 کہنے لگا ”بابا، آپ جیسے عابد زاہد لوگوں کو سونا چاندی زیب نہیں دیتے، یہ سونے کی ڈبیا بھی
 مجھ کو دے دیں۔ یہ ہمارے جیسے دنیا داروں کے پاس رہنے کی چیز ہے۔ فقیر بولا یہ ڈبیات
 تو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ اسے میرے پاس ہی رہنے دو، پھر تمہیں یہ بھی تو معلوم نہیں
 کہ اس میں ہے کیا؟ اس میں ایک مرہم ہے۔ اگر اُسے بائیں آنکھ میں لگایا جائے تو
 تمام دنیا کے چُھپے ہوئے خزانے نظر آجاتے ہیں اور اگر دائیں آنکھ میں لگایا جائے تو آدمی
 اندھا ہو جاتا ہے۔ عبداللہ نے فقیر سے کہا اچھا آپ تھوڑا سا مرہم میری بائیں آنکھ میں لگا
 دیں۔ فقیر نے مرہم لگایا تو اُسے خزانے ہی خزانے نظر آنے لگے، مگر اُس کے دل سے لالچ بھر
 بھی نہ گیا۔ اُس نے سوچا کہ کہیں فقیر مجھے دھوکا نہ دے رہا ہو، میں دائیں آنکھ میں بھی مرہم
 لگوالوں، شاید اُس میں بھی خزانے نظر آئیں۔ اس خیال کے آتے ہی اُس نے فقیر سے امر لیا
 کہ میری دائیں آنکھ میں بھی مرہم لگا دیں۔ فقیر نے اُسے بہتر کہا کہ دائیں آنکھ میں مرہم نہ لگواؤ
 ورنہ اندھے ہو جاؤ گے، مگر وہ نہ مانا۔ آخر فقیر نے اُس کی دائیں آنکھ میں مرہم لگا دیا۔ مرہم
 کا لگانا تھا کہ عبداللہ اندھا ہو گیا۔ اب تو وہ رو رو کر فقیر کے پاؤں پڑنے لگا کہ یہ تمام اونٹ
 مجھ سے لے لیں اور میری آنکھیں ابھی کر دیں، مگر فقیر نے کہا کہ تو بڑا لالچی ہے۔ تجھے سزا ملنی
 چاہیے۔ یہ کہہ کر فقیر چل پڑا اور اپنے ساتھ وہ بیسوں اونٹ بھی لے گیا۔

-
- فرصت کے اوقات کو ایسے جانو جیسے بادل جو تیزی سے گزر جاتے ہیں۔
 - جس فعل سے شرمندگی اٹھانی پڑے اس سے پرہیز کرو۔
 - بے شک دیر تک سوچو، لیکن سوچنے کے بعد جو فیصلہ کرو وہ اٹل ہو۔
 - پہاڑ کی طرح وقار پیدا کرو، مٹی میں مل کر گم نہ ہو جاؤ۔
 - خود داری سے اپنے مقاصد حاصل کرو۔
 - دوست بنانے سے پہلے ایک جھوٹی سی قبر بنا لو جس میں اس کی تمام برائیاں دفن کر دو۔
 - کسی یہ کیچڑ اُچھالنے سے پرہیز کرو۔ ہو سکتا ہے تمہارا نشانہ خطا ہو جائے۔ ورنہ کہہ سے کم
 تمہارے ہاتھ تو ضرور گند ہو جائیں گے۔

مرسلہ عبدالروف خاں، بہاول نگر



امیر شاہ نواز خانزادہ، تواب شاہ



علویہ خان، کراچی



محمد صغیر، ناٹھ امک



جمیل احمد خان، کراچی



محمد اشرف خالد، کراچی

ایک سوگیاہ



بیماروں کے لیے مفت سواری

آپ مانیں یا نہ مانیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ کراچی میں ایک رکشا ایسا چلتا ہے جس پر چلی حرفوں میں لکھا ہے: ”بیماروں، غریبوں اور محتاجوں کے لیے مفت سواری“ اس کا نمبر ”کے۔ اے۔ یو ۶۹۳۵“ ہے۔

ایک سوگیاہ

کرکٹ کے مشہور پاکستانی کھلاڑی صادق محمد نے ۲۹ مئی ۱۹۷۵ء کو گلوٹر کی طرف سے کھیلے ہوئے واروک شائر کے خلاف ایک سوگیاہ منٹ میں ایک سوگیاہ ہوس گیند پر ایک سوگیاہ رنز بنائے۔ ایس۔ ایم جمشید فاروقی، منظر نگار تھے۔

امریکا کا معمر ترہین صدر — ریگن

صدر ریگن نے ابھی تک آئندہ ہندارتی انتخابات میں امیدوار ہونے کا سرکاری طور پر اعلان نہیں کیا، لیکن یقین کیا جاتا ہے کہ وہ ۱۹۸۴ء میں ہونے والے انتخابات میں ضرور حصہ لیں گے۔ اس وقت صدر ریگن کی عمر ۷۲ سال ہے۔ وہ امریکا کے معمر ترین صدر ہیں۔ ان کی تاریخ پیدائش ۶ جنوری ۱۹۱۱ء ہے۔ جنوری ۱۹۸۰ء میں جب انھوں نے ۶۹ سال کی عمر میں صدارت کا

حلف اٹھایا تھا تو انہوں نے ایک نیا رکارڈ قائم کیا تھا۔ ۱۸۴۱ء میں صدر ولیم ہیری سن نے ۶۸ سال کی عمر میں برف ہادی کے طوفان میں قصر صدارت کے باہر کھڑے ہو کر حلف اٹھایا تھا جس کی وجہ سے وہ بیمار ہو گئے تھے۔ اس کے ایک ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ پندرہواں صدر جیمز بیکان ۶۵ سال کی عمر میں صدر منتخب ہوئے۔ ۶۹ سال کی عمر میں ان کی معیاد پوری ہو گئی تھی۔ صدر ٹرومین ۶۰ سال کی عمر میں صدر منتخب ہوئے۔ ۷۵ سال کی عمر میں ریٹائر ہو گئے تھے۔ صرف صدر آئزن ہاور اپنی ۷۱ سالہ سالگرہ کے تین ماہ بعد ریٹائر ہوئے۔ اس سے پہلے صدر ہڈو ویلٹ ۱۲ سال صدر رہنے کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں ریٹائر ہوئے تھے۔

مرسلہ: ظہور احمد موڑا منڈ وڑی چھتوہ

زندگی کا سانس

ایک انسان نے ایک بیمار مگر چھ کو جس کا سانس ایک اپریشن کے دوران بند ہو گیا تھا دوبارہ زندہ کر دیا۔ دس فیٹ لمبے ۲۸۵ پونڈ وزنی امریکی مگر چھ کو جس کا نام اورین ہے، ایک دوسرے مگر چھ نے کاٹ لیا تھا۔ جانوروں کے سرجن نے منگل کے روز اس کا اپریشن کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اوہس کے دانتوں میں ایک موٹی لکڑی پھنسا کر اسے بے ہوش کر دیا۔ اپریشن کے بعد جب بچی ہانڈھ دی گئی تو مگر چھ کا سانس اچانک بند ہو گیا۔ اس پر ڈاکٹر برنارڈ نے اس کے منہ سے منہ ہلا کر مصنوعی طریقے سے اسے سانس پہنچایا۔ یہ عمل کئی منٹ تک جاری رہا، یہاں تک کہ مگر چھ کا سانس بحال ہو گیا۔

مرسلہ: سید امین الدین، اسلام آباد

تیز نظر

اسٹ گارٹ یونیورسٹی (جرمنی) میں ایک طالبہ ویرونیکا سیڈر اوسط درجے کی بصارت سے بیس گنی زیادہ بصارت نگاہ رکھتی تھی۔ وہ ایک میل کے فاصلے سے آدمی کو بہ آسانی پہچان لیتی تھی۔ یہ بات ۱۹۷۲ء کی ہے جب اس طالبہ کی عمر اسیس سال تھی۔

مرسلہ: کامران بلوچ، اوکاڑہ



”مہندی گھر میں...“ شادی انٹرکانٹی نینٹل میں

آپ شادی کی دعوت کو پُر مسرت اور یادگار بنانا چاہتے ہیں! — اور کسی پریشانی کے بغیر تو — تقریب شادی کے لئے، ہنرل انٹرکانٹی نینٹل، کراچی جہاں آپ پاکستان کے پہلے فائبر اسٹار ہوٹل میں موہو و بہت درین انتظامی صلاحیتوں پر بھروسہ کر سکتے ہیں۔

آپ یقیناً ہمارے میکوٹ ہال کو نہایت آرام دہ، نپے آسائش اور ہمارے اخراجات کو اپنی ہل استطاعت کے مطابق پائیں گے۔
شادی، استقبال، عشاء، بلکہ تمام تعزیت کے لئے مزید ترین میکوٹ ہال، ہنرل انٹرکانٹی نینٹل، کراچی ریزڈنیشن کے لئے میکوٹ ڈیسارٹمنٹ سے درج فرمائیں۔
ٹیلیفون - ۵۱۵۰۲۱، ایکسٹینشن ۵۴۶ - ۵۴۸



HOTEL
INTER-CONTINENTAL
Karachi

— a place of good cheer
for over 19 eventful years!

ہوا جس میں ہم زندہ ہیں

علی اسد

ہوا ایک ایسی چیز ہے جس کو ہم دیکھ تو نہیں سکتے تاہم اس کے بغیر ہم زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ زمین پر رہنا کچھ ایسا ہے جیسے سیکڑوں میل گہرے ہوا کے سمندر کے فرش پر ہوں۔ فضا یا کثرت ہوا کے بغیر نہ آدمی ہوں گے نہ جانور۔ نہ چڑیاں ہوں گی نہ مچھلیاں۔ نہ درخت ہوں گے اور نہ پودے۔ اسی طرح موسم۔ جھکڑ اور بارش بھی نہ ہو گی۔ آسمان بھی نیلا نہیں ہو گا اور طلوع اور غروب آفتاب کا گلابی منظر بھی نہ ہو گا۔

ہوا کے بغیر آگ کا ہوا بھی ناممکن ہو گا، کیوں کہ جلتا جس کو کہتے ہیں وہ اوسکی جن اور جلتے والی چیز کے اتحاد کا نام ہے۔ اسی طرح شور و غل بھی نہ ہو گا کیوں کہ جس کو شور و غل کہتے ہیں وہ دراصل ہوا کا ارتعاش ہے کان کے پردوں پر۔

ہوا ہم کو کس طرح محفوظ رکھتی ہے، یہ بھی سنیے۔ دن کے وقت فضا ایک سائبان کا کام کرتی ہے۔ وہ زمین کو سورج کی پوری طاقت سے محفوظ رکھتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سورج کی خطرناک تابانی کے بیش تر حصے کو فضا جذب کر لیتی ہے۔ اگر فضا نہ ہو تو دن کا درجہ حرارت ۲۳۰ ڈگری فارن ہائٹ ہو جائے۔ یعنی کھولے ہوئے پانی سے بھی زیادہ۔ رات کے وقت ہوا ایک ایسے عظیم شیشے کے گہری طرح کام کرتی ہے جس میں پودے رکھے جاتے ہیں۔ دن بھر میں جتنی گرمی اکٹھا ہوتی ہے اس کو وہ قید کر لیتی ہے اور خلا میں پھیلنے سے روک دیتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو رات کے وقت درجہ حرارت منفی ۳۰۰ ڈگری فارن ہائٹ ہو جائے۔ یعنی اتنی شدید سردی بھرنے لگے جس کو برداشت کرنا انسان کے لیے ناممکن ہے۔

آخری بات یہ کہ فضا اگر گڑھے ذریعہ سے ان لاکھوں ٹوٹے ہوئے ستاروں کو جلا ڈالتی ہے جو روزانہ خلا سے زمین کے میدان ثقل میں گہرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ تمام ٹوٹے ہوئے ستارے زمین پر گہرتے رہیں تو پھر زمین کی سطح بھی چاند کی طرح گڑھے دار ہو جائے۔ واضح رہے کہ چاند میں کوئی

فضا نہیں جو ٹوٹے ہوئے ستاروں کو روک سکے۔

آسمان کتنا ٹھنڈا ہے؟

یہ بات درست نہیں کہ آپ جتنی بلندی پر جائیں گے اتنی ہی ہوا ٹھنڈی ہوتی جائے گی۔ سات میل کی بلندی تک تو یہ بات ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فضا کی زیریں پر تین زمین سے نکلی ہوئی حرارت سے گرم ہو جاتی ہیں۔ اس کے اوپر کی ہر ت کا درجہ حرارت قریب قریب یکساں رہتا ہے، لیکن قریباً اٹھارہ میل کی بلندی پر درجہ حرارت گر کر منفی چالیس ڈگری فارن ہائٹ رہ جاتا ہے۔ یہاں پر درجہ حرارت بڑھنے لگتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض قسم کی گیسیں سورج کی حرارت کو براہ راست جذب کر لیتی ہیں۔ پھر جب یہ گیسیں تقریباً پچاس میل پر غائب ہو جاتی ہیں تو درجہ حرارت گر کر ۱۱۷ رہ جاتا ہے۔ اس کے بعد پھر مسلسل بڑھتا رہتا ہے اور ڈھائی سو میل پر ۱۱۸ فارن ہائٹ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر ہم اس قسم کے حیرت ناک درجہ حرارت میں زندہ بھی رہ سکتے تب بھی ہم ان کو محسوس نہیں کر سکتے۔ گرمی کے ذروں میں ہم جو گرمی محسوس کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہماری کھال پر بے شمار ہوا کے ذرات ہم باری کرتے ہیں۔ ہم کو گرمی اور سردی کا جو احساس ہوتا ہے اس کا انحصار ہوتا ہے ان ہی ذرات کی رفتار پر، لیکن بالائی سطح کی پتلی ہوا میں اتنے ذرات نہیں ہوتے کہ انہیں کھال محسوس کر سکے۔ پچاس میل کی بلندی سے اوپر اگر کوئی جان دار چیز خلا میں پہنچ جائے اور فضا اس کو تحفظ فراہم کرنے کو نہ ہو تو اس کا وہ حقہ جو سورج کی جانب ہو گا جل کر کباب ہو جائے گا اور دوسرا حقہ برف کی طرح جم کر رہ جائے گا۔

موسم کیا ہے؟

ہوا کے بارے میں جو بات ہم کو سب سے زیادہ دکھائی دیتی ہے وہ ہے اس کی حرکت۔ جس کو جھکڑ کہا جاتا ہے۔ دنیا کے بڑے بڑے جھکڑوں کا نظام دو بہت بڑی قوتوں کی بہ دولت قائم ہے۔ ان میں سے ایک تو ہے سورج کی گرمی، دوسری قوت ہے زمین کی اپنے محور پر گردش۔ اگر سورج اکیلا کام کر رہا ہوتا تو تمام بڑے جھکڑ سورج کے نیچے سے شروع ہوتے

اور چاروں طرف پھیل جاتے، لیکن چون کہ زمین گردش کرتی رہتی ہے اس لیے ہوا کا بہاؤ جو گرم علاقوں سے سرد علاقوں کی جانب ہوتا ہے وہ قطبین کے ارد گرد مشرق اور مغرب کی طرف مڑ جاتا ہے۔ فضا دراصل ہوا کا ایک ساکت سمندر نہیں، بلکہ ایک طوفانی سمندر ہے جس میں ہولناک لہریں شکنیں ڈالتی رہتی ہیں اور یہی لہریں ہمارے موسم میں فرق پیدا کرتی ہیں۔ جب بھی کبھی ہمارے اوپر کی ہوا اونچی ہو کر ایک بڑی لہر کا گچھا بن جاتی ہے تو زمین پر اچھے موسم کا امکان ہو جاتا ہے۔

بادل کس چیز سے بنے ہوئے ہوتے ہیں؟

آسمان پر جو کالی کالی گھٹائیں دکھائی دیتی ہیں اور جو سفید سفید بادل نظر آتے ہیں یہ سب ایک ہی چیز کے بنے ہوئے ہوتے ہیں، یعنی ہوا کی رطوبت کے۔ جن دنوں خشکی ہوتی ہے اور مطلع صاف ہوتا ہے تو رطوبت دکھائی نہیں دیتی، لیکن جب گرم ہوا ٹھنڈی ہو جاتی ہے تو رطوبت دکھائی دینے لگتی ہے۔ یہ کبھی بارش کی صورت میں اور کبھی اولوں اور برف کی شکل میں نمودار ہو جاتی ہے یا پھر شبنم اور پالے کی صورت میں زمین پر جم جاتی ہے۔

آسمان نیلا کیوں ہے؟

ہمارے چاروں طرف جو بے شمار خوب صورت چیزیں نظر آتی ہیں وہ کسی نہ کسی طرح فضا کی احسان مند ہیں۔ نیلا آسمان، نیلا سمندر، سفید بادل، موتی جیسا کھر، قوس و قزح، بجلی کی چمک، یہ تمام چیزیں ارد گرد کی ہوا سے پیدا ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر آسمان نیلا اس وجہ سے ہے کہ ہوا کے ذرات روشنی کی چھوٹی نیلی لہروں کو پکڑ لیتے ہیں اور انھیں آسمان پر پھیلا دیتے ہیں، لیکن یہ نیلا آسمان صرف بارہ میل کی بلندی تک ہے۔ اس کے بعد وہ بنفشی رنگ اختیار کر لیتا ہے اور بیس میل کی بلندی کے بعد سیاہ ہو جاتا ہے اور ستارے نمودار ہو جاتے ہیں۔

صبح اور شام کو آسمان پر جو گلابی رنگ دکھائی دیتا ہے وہ بھی اسی طرح سے ہوتا ہے۔ لہذا اگر کبھی بارش کی بنا پر آپ کو فضا پر غصہ آجائے تو یہ یاد رکھیے کہ اسی کی بدولت زمین پر روشنی، حرارت اور رنگینی قائم ہے اور تمام جاندار چیزیں اسی کی بدولت سانس لیتی ہیں۔

عارف پہ کیا گزری۔ پچھلی قسطوں کا خلاصہ

عارف اور سلی بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ ان کی پرورش ان کے خاتم چاچا سلمان اور بیچی کے ہاں ہوئی جو ان پر جسے خاتم رکھاتے تھے۔ دونوں بہن بھائی نظم سے اہمراں کو یاد کر کے دیتے رہتے۔ ایک دن بیچی نے عارف کو اس قدر مارا کہ وہ بے حال ہو گیا اور اس کے پاس اس کے بچا کو کئی راستہ نہیں رہا کہ وہ سلی کے ساتھ اپنی نانی کے ہاں روانہ ہو جائے۔ ان کے گھر سے چلے جانے پر بیچی اور بیچی بہت غمخوش ہوئے، لیکن انھیں کیا کیا معلوم ہوا کہ عارف کو اس کے والد کے بیٹے کا دوا لاکھ ٹہیہ ملنے والا ہے۔ چنانچہ وہ ان دونوں کی تلاش شروع کر دیتے ہیں اور اخبارات میں ان کی گشتگردی کا اشتہار دے دیتے ہیں۔

عارف اور سلی ان باتوں سے بے خبر اپنے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔ انھیں سفر کے دوران غفلت لوگوں کا سامنا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے انھیں ریل میں ایک ایسے مرد اور عورت سے بالا پڑتا ہے جو بیچوں کو اغوا کر کے اور ان کے ہاتھ پاؤں توڑ کر ان سے بھیک منگواتے ہیں۔ یہ لوگ دونوں بھائی بہن کو ہٹا پھینکا کہنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ اتفاق سے انھیں ان کا ایک ہم سفر لاکھ لاکھ جاتا ہے جو انھیں تمام باتوں سے آگاہ کر دیتا ہے اور عارف سلی کو لے کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

عارف اور سلی کو معلوم ہوتا ہے کہ بیچا سلمان نے ان کو تلاش کرنے کے لیے اخبارات میں اشتہار چھپوا دیا ہے لہذا وہ لوگوں کی نظر سے بچتے ہوئے ایک ایسے اجنبی مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں انھیں ایک خطرناک فقیر ملتتا ہے جو انھیں لوٹ لینا ہے اور دونوں بہن بھائی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دیتا ہے۔ وہ اس کے پیچھے سے بہ مشکل چھٹ پاتے ہیں۔ راستے میں عارف ایک بچی کو تیر رفتار سوڑی کی زد سے بچاتا ہے، جس سے خوش ہو کر بچی کی والدہ دونوں بہن بھائی کو اپنے گھر لے جاتی ہیں۔ وہاں عارف کو شبہ ہوتا ہے کہ کہیں یہ لوگ بھی بیچوں کو اغوا کرنے والے گروہ سے تعلق نہ رکھتے ہوں، لیکن ان کی غلط فہمی جلد ٹھہر جاتی ہے۔ وہ عارف اور سلی کو ان کی نانی کے گھر تک پہنچانے میں مدد کرتے ہیں۔ عارف اور سلی کے ان کے ہاں سے دوا ہوتے ہی انھیں فراز انھیں تلاش کرنا ہو جاتا ہے بیچ جاتا ہے اور اسے جب معلوم ہوتا ہے کہ دونوں بھائی بہن ابھی اچھی وہاں سے روانہ ہوئے ہیں۔ تو وہ ان کے تعاقب میں روانہ ہو جاتا ہے۔ سٹوڈیسی کو شیش سے عارف اور انھیں فراز کا آئنا سامنا ہو جاتا ہے لیکن عارف اسے پتھر مار کر زخمی کر دیتا ہے اور سلی کو ساتھ لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ راستے میں اسے ایک ہمدرد لڑکا موسیٰ ملتتا ہے جو اسے اپنے قہیلے میں لے جاتا ہے۔ موسیٰ کے والدین دونوں بھائی بہن کو فوجیت کر دینے کا ارادہ کرتے ہیں۔ موسیٰ کو کسی طرح اس کا جہم ہو جاتا ہے۔ وہ عارف کو اپنے والدین کے ارادے سے آگاہ کر دیتا ہے اور عارف وہاں سے بھی بھاگنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ دونوں بھائی بہن ایک منہاں مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں انھیں پولیس کا ایک سپاہی زخمی حالت میں ملتتا ہے اس کے قریب ہی انھیں ایک ٹوٹا پڑا ہوا ملتا ہے۔ عارف وہ بجائے کر ہل پڑتا ہے۔ کچھ دیر چلنے کے بعد اسے ایک بھیل پاؤں آتا ہے۔ دونوں بھائی بہن اپنی چال چلنے کے لیے قریب ہی کھڑے ہوئے ایک ٹرک پر سوار ہو جاتے ہیں۔ ٹرک الٹا کے سوار ہوئے ہی چل پڑتا ہے اور انھیں ملک تھیک گودام میں لے کر پہنچتا ہے۔ یہاں پہنچنے کے بعد عارف کو معلوم ہوتا ہے کہ ٹرک کے اندر وہی شخص موجود ہے جو انھیں بیچوں سے ہٹا پھینکا کرتا تھا اور جو اب اس کا دل کا مرض ہی نکالے گا ہے۔ عارف ایک ہمدرد لڑکے کو خطرے میں گھرا ہوا پاتا ہے۔ وہ تادیب گودام سے فرار ہونے کی کوشش کرتا ہے اور کسی طرح تلخ خانے سے نکل کر کھلی خفا میں پہنچنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

عارف پہ کیا گزری

مہر و اقبال

مہرک پر آمد و رفت کم تھی۔ بہت سے لوگ ابھی نرم اور آرام دہ بستروں میں سو رہے تھے۔ البتہ جانور اور پرندے قدرت کے حُسن کی حمد و ثنا کر رہے تھے۔ جب عارف اور سٹی ایک گلی کے قریب پہنچے تو اُس نے سٹی کو ایک درخت کے نیچے بٹھاتے ہوئے کہا، "میں سامنے کی دکان سے کچھ کھانے کے لیے لاتا ہوں، تم یہیں بیٹھی رہنا، یہ کہہ کر وہ بھاگا بھاگا دکان تک پہنچا، لیکن جیسے ہی رُپے نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو رُپے نہ تھے شاید کہیں گر گئے تھے۔ البتہ لائٹ، ماں کی تصویر اور بٹوا موجود تھے۔ اس نے فوراً بٹوا نکالا اور سوچا، "اس میں ضرور کچھ نہ کچھ رُپے ہوں گے۔" اس



کا خیال درست نکلا۔ اس میں سے اس نے جیسے ہی دس رپے کا نوٹ نکالا بٹومے میں سے ایک تصویر نکل کر زمین پر گر پڑی۔ اس نے فوراً تصویر اٹھا کر دیکھی اور وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ تصویر لال پٹری والے یعنی منشی کی تھی۔ اس کے علاوہ بٹومے میں چند ایسے کاغذات بھی تھے جن کی تحریر اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ اس نے احتیاط سے بٹو اجیب میں رکھ لیا اور دکان سے ناشتا خرید کر سلی کے پاس نیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آیا، لیکن اسے یہ دیکھ کر بہت حیرت اور فکر ہوئی کہ وہاں نہ سلی موجود تھی نہ تھیلے اور کبل۔ اتنے میں اُسے کچھ دُور فاصلے پر سلی کے بسکنے کی آواز سُنائی دی۔ وہ فوراً دوڑ کر اس کے پاس پہنچا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سلی اپنے نئے نئے ہاتھوں سے چہرے کو چھپائے ہو رہی ہے۔

”کیا ہوا سلی؟ تھیلے کہاں ہیں؟“

سلی نے گلی کی دوسری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ”بھئی! ایک آدمی مجھ سے چھین کھلے گیا، جب میں روئی تو اس نے مجھے زور کا تعتر مارا۔ یہ سُن کر عارف کو اس آدمی پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے سلی کو چُپ کراتے ہوئے کہا: ”کوئی بات نہیں۔ یہی اچھا ہوا کہ وہ تمہیں نہیں لے گیا۔ چلو آؤ اس درخت کے نیچے بیٹھ کر ناشتا کریں۔“

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ پھر چل دیے۔ عارف کے خیال میں رحمان پُور اب زیادہ دُور نہ تھا۔ وہ وہاں جلد سے جلد پہنچنا چاہتا تھا۔ اس نے سوچا، نانی کے گھر پہنچ کر وہ سب سے پہلے پولیس کو اغوا کرنے والے گروہ اور اسمگلروں کے بارے میں اطلاع کر دے گا۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ ان کے قریب ایک ٹیکسی آکر رُکی۔ ٹیکسی والے نے اس کا نام لے کر زور سے کہا: ”عارف تمہیں رحمان پور جانا ہے نا؟ آؤ بیٹھو ہم تمہیں وہاں لے جائیں گے۔“ عارف ہچکچایا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ ضرور کوئی سازش ہے۔ یہ شخص یا تو اسمگلروں کا کوئی ایجنٹ ہے یا کوئی پولیس والا۔ وہ سلی کو لے کر وہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا کہ وہ شخص ٹیکسی سے اُتر گیا اور عارف کے سامنے کھڑے ہو کر بولا: ”ڈرو نہیں، میں تمہیں دھوکا نہیں دے رہا ہوں۔ مومن نے مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے یہ دیکھو، تم نے اسے یہ انگوٹھی دی تھی نا۔ اس نے مجھے یہ ثبوت کے لیے دی ہے۔“ انگوٹھی دیکھ کر عارف کو اطمینان ہو گیا۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور ٹیکسی پوری رفتار سے سڑک پر دوڑنے لگی۔ دوپہر ہوتے ہوئے ٹیکسی ایک شہر میں داخل ہوئی۔ ڈرائیور بولا: ”یہی رحمان پور ہے۔ میں

تمہیں تمہاری نانی کے گھر چھوڑ دوں گا۔ عارف کو یہ سن کر بہت تعجب ہوا کہ وہ اس کی نانی کو کیسے جانتا ہے۔ ابھی عارف ٹیکسی والے سے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ ٹیکسی ایک مکان کے سامنے جا کر رُکی۔ ڈرائیور نے انہیں ایک مکان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ”یہی ہے تمہاری نانی کا گھر، اتر جاؤ۔“ جیسے ہی وہ اترے ٹیکسی وہاں سے روانہ ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ مکان کے دروازے پر ایک بوڑھی عورت کھڑی ہے۔ غور سے دیکھنے کے بعد عارف کو اس کی شکل اپنی ماں سے ملتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اب عارف کو یقین ہو گیا کہ یہی اس کی نانی کا گھر ہے۔ اس نے بڑھ کر بڑی بی کا ہاتھ تھام لیا اور بولا، ”نانی جان، السلام علیکم!“ سہلی نے بھی سلام کیا۔ بڑی بی نے انہیں کوئی حجاب نہیں دیا اور انہیں مکان کے اندر لے گئی۔

اس نے انہیں ایک کمرے میں جانے کا اشارہ کیا، جہاں سے کسی کے باتیں کرنے کی آواز آرہی تھی۔ وہ جوں ہی کمرے میں داخل ہوئے عارف کو یوں لگا جیسے اس کی روح قبض ہو گئی ہے۔ اُسے ٹیکسی والے نے زبردست دھوکا دیا تھا۔ کمرے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بھرے ہوئے جسم والا لمبا شخص تھا جو بڑے قیمتی کپڑے پہنے ہوئے تھا اور دوسرا پولیس کی یونی فارم



میں ملیس تھا۔ جس کا قریب قریب پورا ستر بیٹوں سے چھپا ہوا تھا۔ عارف دوسرے شخص کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا۔ اتنے میں پولیس انسپکٹر فراز اپنی جگہ سے اٹھا اور عارف کے گال پر دو اتنی زوردار چلٹے مارے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ اس نے اس پر بھی بس نہ کیا، عارف کا سر دیوار سے ٹکرایا اور اُسے لاتبیں ماریں۔ وہ اُسے اس طرح مارنے لگا جیسے فٹ بال کو ٹکڑے کر کے مانتے ہیں۔ سلی نے رو رو کر بڑا حال کر لیا، لیکن فراز کو خدا بھی رحم نہ آیا۔ دوسرے شخص نے کہا، "فراز، بچہ ہے، اتنا نہ مارو، تم پولیس والوں میں تو رحم نام کی کوئی چیز ہوتی ہی نہیں،" انسپکٹر فراز فقے سے بولا، "تمہیں معلوم ہے کہ اس نے میرے ساتھ کیا کیا؟ اس شخص نے کہا، "ہاں ہاں، تم مجھے ابھی بتا چکے ہو، مگر اس نے ایسا نا کھی میں کیا ہے؟" فراز نے کہا، "بڑا ہو کر یہ ملک کا بدترین مجرم بنے گا۔ اگر وہاں سے جلد ہی کسان نہ گزرتے تو میں نہ جانے کب تک بے ہوش پڑا رہتا۔ اس کے خانہ بدوش دوست کی تو میں نے عقل ٹھکانے لگادی ہے۔ جیل میں سڑ رہا ہے۔ اور اسے بھی میں سٹر سلمان کے پاس بھیجنے سے پہلے کچھ دن پتھوں کی جیل کی ہوا کھلاؤں گا،" عارف انسپکٹر فراز کو اسمگلروں کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا تھا، لیکن اس نے ایک نہ سنی۔ وہ مسلسل عارف کی دھمائی کر رہا تھا۔

کچھ دیر بعد انسپکٹر فراز کسی کام سے دوسرے کمرے میں گیا۔ اس کے دوست نے دونوں بھائی بہن کو بڑی ہمدردی سے دیکھا اور کہا، "فراز اگرچہ میرا دوست ہے، لیکن بہت سنگ دل ہے میں تمہیں اُس سے بچنے کی ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ یہ تمہیں شاید آج مکان کے پچھلے کمرے میں بند کر دے۔ تم رات بھر جاگتے رہنا، میں تمہیں کسی طرح سے نکال لوں گا،" عارف نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اُسے احسان مند نظروں سے دیکھنے لگا۔

اتنے میں انسپکٹر فراز ایک بڑا ڈنڈا لے کر کمرے میں آیا اور بے چارے عارف پر یہ سانا شروع کر دیا، یہاں تک کہ وہ بے حال ہو گیا۔ فراز نے اگرچہ سلی کو چھوٹا تک نہ تھا، لیکن اس کی حالت بھی اپنے بھائی سے مختلف نہ تھی۔ انسپکٹر فراز جب اسے دل بھر کے پیٹ چکا تو اس نے بڑھیا کو آواز دی۔ وہ آئی اور انہیں دوسرے کمرے میں لے گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ جہاں انسپکٹر فراز کی بیوی بیٹی ہوئی تھی۔ وہ بہت رحم دل معلوم ہوتی تھی۔ انہیں دیکھتے ہی بولی، "فراز کو اتنا نہیں مارنا چاہیے تھا، پھر اس نے انہیں ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں سکڑ کر اس



پر بیٹھ گئے۔ سلمیٰ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی۔ عارف درو سے کراہ رہا تھا۔ انیسٹرفراز کی بیوی نے انہیں چُپ کرانے کی کوشش کی۔ انہیں پانی پینے کو دیا اور کچھ مٹھائی بھی کھانے کو دی۔ اس کی اس ہمدردی سے ان کی کچھ طبیعت سنبھلی، پھر عارف نے کمرے کا جائزہ لیا۔ اُس کی نظر اچانک دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر پر آ کر ٹھہر گئی۔ وہ خاصی دیر تک اسے ٹٹکی ہانڈے دیکھتا رہا اس نے یہ شکل پہلے بھی دیکھی تھی، لیکن کب؟ اور کہاں؟ ذہن پر کافی زور دینے کے بعد اس نے اپنے دل میں کہا، بالکل وہی شکل، لیکن وہ شکل بگڑی ہوئی سی تھی۔ اگر زخم کا نشان نہ ہوتا تو یہ شکل بالکل اُسی سے ملتی، پھر وہ اچانک بول پڑا، ”کیا یہ ارشد کی تصویر ہے؟“ یہ سن کر فرار کی بیوی چونک پڑی۔ اس نے حیرت اور خوشی کے پہلے پہلے جذبات سے کہا، ”ہاں، یہ ارشد کی تصویر ہے، لیکن تم اسے کیسے جانتے ہو؟ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟“ یہ کہہ کر اس کی حالت بدل گئی اور وہ زار و قطار رونے لگی۔

عارف نے غصہ اُچاڑا اپنی رُو دلو کہہ سنائی کہ وہ دونوں بھائی بہن کس طرح گھر سے فرار ہوئے۔ انہیں ریل میں لال پگڑی والا ملا جو اپنے مکان میں لے گیا۔ جہاں اس کی ملاقات ارشد سے ہوئی،

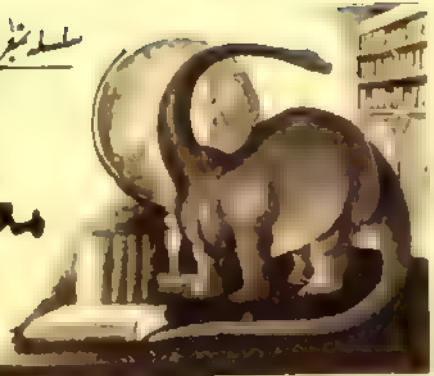
پھر پورے واسے کی لاش، بڑے کامنا، ٹرک میں سوار ہونا، پھر منشی اور سلطان کی بات چیت اور سرنگ کے راستے بچ نکلنا۔ فراز کی بیوی جوں جوں عارف کی داستان سنتی جاتی۔ توں توں اُس کی حیرت میں اضافہ ہوتا جاتا۔ کرم الہی کا نام سنتے ہی اس نے خود فراز کو آواز دی۔ وہ جب اندر داخل ہوا تو اس نے عارف پر قہر آلود نظریں ڈالیں۔ وہ لمبی، کیا تمہارے دوست چلے گئے؟ انپکڑ بولا، ہاں ابھی ابھی کرم الہی گئے ہیں۔ کیوں کیا بات ہے؟ اس کی بیوی نے عارف کے حوالے سے بتایا کہ یہی تمہارے دوست کرم الہی میرے بچے کے قاتل ہیں۔ پھر اس نے مختصر عارف کی ارشد سے ملاقات کا ذکر کیا۔ یہ سن کر انپکڑ فراز کو اور بھی غصہ آیا۔ اس نے بڑھ کر عارف کے منہ پر ایک اور زوردار مٹکا مارا۔ اس کا منہ دیوار سے ٹکرا گیا۔

”تم اس شیطان کی بات پر یقین کرتی ہو۔ اس نے تمہاری حمایت حاصل کرنے کے لیے یہ قہقہہ گڑھا ہے۔ ہمارا ارشد تو پرانے قلعے کی فصیل سے گھرے کھڑ میں گر گیا ہو گا۔ اس منحوس نے پھر ہمیں اس کی یاد دلادی“

عارف ہمت کر کے کھڑا ہو گیا اور ڈرتے ڈرتے بولا، ”آپ کو میری بات کا یقین نہیں آتا تو میں ثبوت کی ایک چیز پیش کر سکتا ہوں“ یہ کہہ کر اس نے جیب سے بٹوا نکالا، جسے انپکڑ نے اس کے ہاتھ سے چھین لیا، پھر اس نے بڑے سے کاغذات نکالے جن میں خفیہ تحریر تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب سی جھمک پیدا ہوئی۔ اس نے کہا، ”یہ تو ملک کا بہت بڑا اسلگر اور بچے اٹھا کرنے والے گروہ کا سرغنہ ہے۔“ عارف نے اُسے قبرستان میں سرنگ کے اندر داخل ہونے کا راستہ بتلایا۔ اس نے انپکڑ کو یہ بھی بتایا کہ منشی منگل اور بدھ کی درمیانی خب کو سرخ پوائنٹ پر چاول کی بودیاں اسگل کرنے کے لیے لے جا رہا ہے۔ عارف کو جب یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص جو تھوڑی دیر قبل فراز کے پاس بیٹھا ہوا تھا، استاد کرم الہی ہے تو اُس نے یہ بھی بتایا کہ کرم الہی نے اس سے کہا تھا کہ انہیں انپکڑ فراز رات کو مکان کے پچھلے کمرے میں بند کر دے گا وہ جاگتے رہیں۔ وہ انہیں نکال کر لے جائے گا۔ انپکڑ فراز کو اب عارف کی بات پر یقین ہو چلا تھا۔ اس نے دل میں کہا، ”آج منگل ہے اور آدمی رات کو سرخ پوائنٹ پر جا کر چاول کی بودیاں اسگل ہوتے ہوئے پکڑنا ہے۔“ اس نے پھر عارف کی طرف غور سے دیکھا اور کہا، ”تم ویسا ہی کرنا جیسا کرم الہی نے کہا ہے۔“

خاموشی سے اس کے ساتھ چلے جانا۔ (جاری ہے)

معلومات عامہ



نیچے کیے ہوئے سوالات کے جوابات ۱۵ اپریل ۱۹۸۲ء تک ہمیں بھیج دیجیے اور ان پر معلومات عامہ ۲۶۶ ضرور لکھ دیجیے۔ جوابات آگ کاغذ پر تحریر کیجئے اور آخر میں اپنا نام اور پتہ بھی لکھیے۔ تعویذ کے بھیجے اپنا نام اور اپنے شہر یا قصبے کا نام خود تحریر کیجیے۔

- ۱۔ سورۃ توبہ میں کس مشہور غزوے کا ذکر آیا ہے؟
- ۲۔ مارکو پولو نے ”چوٹا جاوا“ کس جزیرے کو کہا تھا؟
- ۳۔ بتائیے زمین کے کتنے فی صد رقبے پر پانی ہے۔
- ۴۔ اگر آپ دو قدم چلیں تو آپ کا بالیاں پاؤں کتنی مرتبہ اُٹھے گا؟
- ۵۔ تعلق خاندان کا کون سا بادشاہ سائبان کے گر پڑنے سے جاں بحق ہوا تھا؟
- ۶۔ بتائیے چمپا کلی زلیلہ ہاتھ کی کس انگلی میں پہنا جاتا ہے۔
- ۷۔ کون سا پھل دنیا میں سب سے زیادہ کھایا جاتا ہے؟
- ۸۔ ہانڈی میں ڈالے والے نمک کا کیمیائی نام بتائیے۔
- ۹۔ بتائیے کس صدی میں ٹائر لوپ سے برصغیر پاک و ہند میں پہنچا۔
- ۱۰۔ ”دنیا جو کور ہے“ بتائیے یہ بات سب سے پہلے سقراط نے بتائی تھی یا ابقراط نے؟



پھوڑے پھنسی اور
خارش کا ایک علاج



مگر فساد خون سے بچنے کے لئے صافی بہتر ہے

خون میں سرایت کئے ہوئے فاسد مادے
پھوڑے پھنسیوں اور کئی دوسری جلدی بیماریوں
کو جنم دیتے ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے صافی باقاعدگی
کے ساتھ استعمال کیجئے۔ خون کی صفائی اور جلدی
بیماریوں سے محفوظ رہنے کا مفید ذریعہ ہے۔

بجڑی بوٹیوں
سے تیار شدہ
صافی



سے خون بھی صاف، جلد بھی صاف

صحت مند نوجوان



انور علی خان، شندوال دیار



عیل احمد خان، کراچی



اسد جاگیر راجا، کھنڈرہ



ضیاء احمد، کراچی



نکد عبدالوہد انجم شاہین



محمد سلیم، کراچی



خالد محمود، کراچی



شرم شہباز، اسلام آباد



سید شہر یار عالم، کراچی



محمد رضوان صدیقی، کراچی



نثار حامدی، کراچی



محمد سلیم، پشاور



یوسف علی، کراچی



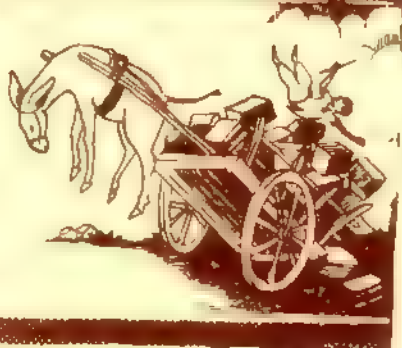
محمد ارشد، سرگودھا

اس شمارے کے چند مشکل الفاظ

ہر لفظ کے ساتھ اُس زبان کا اشارہ بھی لکھا گیا ہے جس سے وہ لفظ اردو میں آیا ہے۔ یہ اشارے اس طرح سے لکھے ہوئے ہیں: ع۔ عربی، ف۔ فارسی، ہ۔ ہندی، س۔ سنسکرت، ت۔ ترکی، انگ۔ انگریزی، الف۔ اردو۔

صبر (ع) ص ب و ث : صابر، بردبار، صبر کرنے والا۔	ریختہ (ف) ر ی ع ش نغ : گرا ہوا پتھر، اڑھکا ہوا پتھر۔
تجسس (ع) ث ج ن ش : تلاش، جستجو، تحقیق۔	ارعاش (ع) ا ر ت ع ش : کانپنا، دھنسنے، لرزنا۔
اعجاز (ع) ا ع ج ا ز : کرشمہ، معجزہ، جو نبیوں سے ظاہر ہو۔	تکلم (ع) ت ک ل ن م : بولنا، بات کرنا۔
کلمہ (ع) ک ل م و ث : پاک کرنے والا، جس میں انتہائی طہارت ہو۔	تخیل (ع) ت خ ی ل ن : خیال کرنا، خیال میں لانا۔
حُب (ع) ح ب ش : محبت، محبت اُنس، دوستی، آشنائی، شوق، آرزو۔	سُورِی (ف) س و ر ی ر ی : سرداری، افسری۔
منفرت (ع) م ن ف ر ت : بھگ، بھٹکا، بخشش سے نفرت۔	مُضر (ع) م ض ر م : ٹھپا ہوا، پوشیدہ۔
فضیلت (ع) ف ض ی ل ت : بڑائی، بزرگی، بڑی۔	حلاوت (ع) ح ل ا و ت : محاسن، فیضی، لذت، مزہ، راحت، تسک، چین، ڈالہ۔
رجعت (ع) ر ج ع ت : تازگی، تازہ پن، نیا پن۔	شاور (ف) ش ا و ر : پیرنے والا، تیرنے والا۔
متخل (ع) م ت خ م ل : بُردبار، برداشت کرنے والا۔	بے بغاوت (ع) ب ی ب غ ا و ت : بے سواہر، غریب۔
سعات (ع) س ع ا د ت : خوش قسمتی، اقبال، سہولت، نیکی۔	فراست (ع) ف ر ا س ت : دانائی، دیکھنے کی سی بات، کٹاؤ لانا۔
تفریق (ع) ت ف ر ی ق : ملاحدگی، فرق، ہمدلی، کسی بڑے مددگار سے جدا ہونا، ہٹنا۔	رحم (ع) ر ح م : بُردی، برداشت، تحمل۔
کلیل (ع) ک ل ی ل : گھوڑے کی جست، ہار پایہ، جانوروں کا خوشی سے اُچھل کود۔	آلام (ع) آ ل ا م : الم کی جمع، رنج و غم۔
فرزاد (ف) ف ر ز ا ن ت : دانا، غفل، مند۔	عافیت (ع) ع ا ف ی ت : سلامتی، آرام، نیکی، عیوض، تندرستی۔
عجوب (ع) ع ج و ب : پریشان، شہسود، مہیا ہوا، پنہاں۔	فیضان (ع) ف ی ض ا ن : فیض، پہچان، نفع، پہچانا، نفع۔
	مُجور (ع) م ج و ر : بدکاری، بدچلی، گناہ گاری۔
	رفتی (ع) ر ف ت ی : ناخوشی، کم ہمدلی، بدکاری۔
	ماستور (ع) م ا س ت و ر : اس تیج ڈاڈ، صلاحیت، قابلیت، سکہ، فوری صلاحیت، آمادہ ہونا۔

مُسکراتے رہو



مالک: وہ کیسے؟ گھر کی تمام چابیاں میں نے تمہیں
دے رکھی ہیں!

نوکر: لیکن صاحب! ان میں سے ایک بھی بخوری
میں نہیں لگتی۔

ایک قال اپنی پادٹی کے ساتھ ٹریس میں
سفر کر رہا تھا۔ گاڈ نے ٹکٹ مانگا تو قال
نے اپنے مخصوص انداز میں کہا:

"جو کچھ بھی مانگتا ہے درمطاف سے مانگ"
گاڈ غصے سے کہنے لگا: "تمہارے ساتھ اور کون
کون ہیں؟" قال نے کہا:

"میرا کوئی نہیں ہے تیرے سوا"

مرسلہ: عطاء اللہ خان نیازی اکراچی
بخوری جہاز طوفان میں گھر چکا تھا۔ ایک
شخص خوف زدہ ہوش پر کھڑا تھا۔ دو خواتین
وہاں سے گزریں۔ ایک عورت نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا،
"تم نے اس آدمی کا زرد رنگ دیکھا؟" دوسری بولی اُپال!"

ایک ڈاکٹر صاحب کافی وی خراب ہو گیا۔
میکینک نے فیس چالیں دے پئے بتائی اور
کہا جو پُر زور غراب ہو گا، وہ بھی آپ منگوا کر دیں گے۔ ڈاکٹر
صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا: "تم تو ہم سے بھی بڑھ گئے
ہم تو فیس دے پئے فیس لیتے ہیں۔" میکینک نے جواب دیا،
"یہ تو ٹھیک ہے، مگر ہم کارنٹی بھی تو دیتے ہیں!"

مرسلہ: افسر لطیف خان، کراچی
ایک صاحب سو رہے تھے کہ رات کے
دو بجے بڑے زور سے گھنٹی بجی۔ وہ اُٹھے

پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص کمر لے رہے۔ وہ شخص ان
صاحب کو دیکھتے ہی لڑلا: "بس جناب، میں یہی مضموم کرنا
چاہتا تھا کہ آپ کے گھر بجلی ہے یا نہیں!"

مرسلہ: سید فضل احمد بخاری، کراچی
مالک: (لوکر سے) آخر تم لوگ کی کیوں
چھوڑ رہے ہو؟

نوکر: اس لیے کہ کپ کو مجھ پر اعتماد نہیں رہا۔

ایک شخص نے دوسرے سے پوچھا،

”آپ کو جنت پسند ہے یا دوزخ؟“



اُس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا، ”مراہ کرم یہ“

سوال نہ پوچھیے۔

پہلے نہ کہا،

”کیوں؟“

”اس لیے کہ میرے احباب دونوں جگہ موجود

ہیں۔“

مرسلہ، حافظ احمد ولی اللہ، مسکو



دونوں میں لڑائی ہو گئی۔ ایک نے کہا،

”میں تمہیں ایسا گھونسا دوں گا کہ چمٹی کا

دودھ یاد آجائے گا۔ دوسرا کا جسے معلوم نہیں تھا کہ چمٹی

کا دودھ کیا ہوتا ہے، بولا، ”میں تمہیں ایسا گھونسا دوں گا کہ

تمہیں میزک کا دودھ یاد آجائے گا۔“



ایک آدمی مولوی صاحب کے پاس گیا اور

کہا، ”حضرت! مجھے کوئی ایسی ترکیب بتائیں

کہ میں کھاؤں، پیوں بھی اور میرا روزہ بھی نہ ٹوٹے۔“ مولوی

صاحب حاضر جواب تھے، فدا ہوئے، ”واہ صاحب! بھلا یہ کیا

مشکل ہمارے ہے۔ جائیے اور کسی پتے کئے آدمی کو پکڑ لیجیے

جو نہ کھاتے جائیے اور فقہ پتے جائیے۔ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔“

استاد: تم شہد کی مکھی سے کیا سبق سیکھ



سکتے ہو۔

شاگرد: جو شخص چمیرے اسے ڈنک مارو۔

مرسلہ، پیر میں غفر و حیدر آباد

پہلی عورت پھر بولی، ”اس رنگ کی قمیض میں نے خریدی

ہے، مگر دھڑاکیں نہیں ملا۔“



استاد: (شاگرد سے) بتاؤ جو دیکھ پچان

کیا ہے؟

شاگرد: مگر اس کی داڑھی میں تنکا جھپٹا ہے۔

مرسلہ، فرنازا اختر، کراچی



بچ نے حمد سے پوچھا، ”بتاؤ، تمہاری

آخری خواہش کیا ہے؟“

حمد نے جواب دیا، ”جناب مالی! آخری خواہش

یہ ہے کہ میں آخری چوری اپنی سسرال میں کروں کیوں کہ

جو درہن کا سب مال میں نے سسرال میں ہی رکھا ہے۔“

مرسلہ، محبوب الہی غفور، کراچی



ایک آدمی ناٹھی سے شیو کر رہا تھا۔

استراہمت تیر تھا۔ ناٹھی نے شیو کرتے

ہوئے پوچھا، ”آپ کے کتے بھائی ہیں؟“

گاگ نے جواب دیا، ”اگر تمہارے استرے سے

بچ گیا تو پتا اور نہ تمہی ہی سمجھو۔“

مرسلہ، اطہر حسین، کراچی



مرغی خانے کے ایک ماہر سے ایک خاتون

نے ٹیلے فون پر پوچھا، ”بچڑوں کو

کتنی دیر مرغی کے ساتھ رکھنا چاہیے؟“ ماہر کسی سے

بات چیت میں مصروف تھا، اس نے کہا، ”ایک منٹ۔“

”آپ کا بے حد شکریہ“ خاتون نے کہا اور فون

مرسلہ، سید امین الدین، اسلام آباد

بند کر دیا۔



نوناہال ادیب

نوناہال ادیب

ایونہ خاک ہو گئیں گندری میاں میں

اچھا تھا یہ آپ کے فکری طور کا

اُن کو سکھائے آپ نے انداز ماری

جن کو تھا ایک عرصے سے لفظ غرور کا

اوسے ادب! اندر عواجب رسول اگر

تیرا ہر ایک فعل ہے فسق و فجور کا

نکسا ہے عرض نادر غم آپ کے حضور

اللہ کچھ خیال دل نامبور کا

علم اور اسلام

محمد مران صدیقی، اسلام آباد

جو شخص علم کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتا ہے،

اللہ تعالیٰ اُس کے لیے جنت میں داخلے کی سہولتیں ہمہ پیمانے

گاہ فرشتے اُس سے اس قدر خوش ہوں گے کہ اُس کی راہ میں

اپنے سروں کو پھیلائیں گے۔ آسمان و زمین میں جس قدر

مخلوقات ہیں یہاں تک کہ ۱۰۰ سال بھی جوابی ہیں میں

سب علم کی تلاش کرتے ہیں۔ یہ ہے اللہ سے بخشش و عطا

حمد

مرسلہ، محمد سلیم طاہر، کراچی

تیری ہی روشنی ہے صبح میں اور قرین

انساں سب میں یکساں دیر تری نظر میں

جنگل پہاڑ و حیوان تو نے کیے ہیں پیدا

تُو نے ہی پل لگائے بلب بربک عمر میں

تُو نے بنا دی ہوش خالق ہے اُو جہاں کا

مخلوق سب ہے تیری جیگی ہے خشک دریاں

حمد و شائستگی ماہنامہ سارا عالم

مقدودہ کس کو ہو گا طاقت کہاں بشر میں

نعت

مرسلہ، ہلدون اشیر منڈا، لاہور

ہوتا نہیں ہے حوصلہ میرے حضور کا

کیسے کہوں بیان میں رُتبہ حضور کا

اُن کا ہر ایک قول ہے معیار زندگی

اُن کا ہر ایک فعل ہے قاتل غرور کا

کی دعا کرتی ہیں۔ ایک عابد و زاہد پر صاحبِ علم کو اسی قدر فضیلت و برتری حاصل ہے جتنی چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر ہے۔ بے شک پیغمبروں کے اصلی وراثت ہی اہل علم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال کے بعد درہم دینار یہیں چھوڑا، بلکہ ان کا اصلی ترکہ اور ورثہ بھی علم ہے۔ بس جس شخص نے اس کو حاصل کر لیا اس نے بہت بڑی دولت و ثروت پر قبضہ کر لیا۔

شاعر مشرق

محمد فیضان، کراچی

تاجِ مشرق علامہ اقبال ۹ نومبر ۱۸۸۷ء کو پاکستان کے تھریال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ علامہ اقبال کو بچوں سے بہت محبت تھی۔ انھوں نے بچوں کے لیے پیاری پیاری نظمیں کہیں۔ علامہ اقبال میں فکری صلاحیتیں بچپن ہی سے شعبیں۔ وہ اپنے والدین کے فرماں بردار تھے اور استادوں کا ادب کرتے تھے۔

اقبال جب بڑے ہوئے تو مسلمانوں کی بدعالی دیکھ کر بہت فکر مند ہوئے۔ انھوں نے مسلمانوں کی حالت بہتر بنانے انھیں فطرت سے بیدار کرنے اور حصولِ آزادی کا احساس دلانے کے لیے بہت سی نظمیں کہیں۔ ۱۹۲۰ء میں الہ آباد میں مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ ہوا۔ اس کی صدارت کرتے ہوئے انھوں نے اپنی تقریر میں مسلمانوں کے لیے ایک علاحدہ ملک کا تقاضا پیش کیا اور فرمایا میری یہ خواہش ہے کہ پنجاب، شمالی اور مغربی سندھ اور بلوچستان کو ملا

جمہور دونوں، اپریل ۱۹۸۳ء

کر ایک آزاد مسلم مملکت بنادی جائے۔ علامہ اقبال نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو وفات پائی۔ علامہ کا مزار لاہور میں بادشاہی مسجد کے قریب ہے۔

اپنا پاکستان

مسلم، جہانگیر مروف شاہ پیر چاکر

یہ ہے اپنا پاکستان
یہ ہے پیارا پاکستان
اس کی گود کے پاسے ہیں
اس کے ہم رکھوالے ہیں
یہ ہے پیارا پاکستان
یہ ہے اپنا پاکستان
جان کو اپنی واریں گے
ہم حزم و ہمت والے ہیں
یہ ہے اپنا پاکستان
یہ ہے پیارا پاکستان

باپ کی نصیحت

محمد قاسم شاہین، کراچی

جب مولا بخش کسان کا آخری وقت آیا تو اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو قریب بلایا اور بڑے بیٹے سچل سے کہا: بیٹا سچل، تم بڑے ہو اور تمہارا بھائی سچل تم سے چھوٹا ہے۔ تم پچیس سال کے ہو اور سچل پندرہ سال کا ہے۔ تم اس سے دس سال بڑے ہو۔ جب سچل دو سال

کا تھا تو تمھاری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے تم دونوں
 بہن بھائیوں کو ماں اور باپ دونوں کا پیار دیا ہے اور تم
 دونوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج اتنے بڑے ہوئے۔
 بچل تھا اچھوٹا بھائی ہے اسے کسی قسم کی تکلیف نہ ملے
 دنیا تم شادی شدہ ہو اور تمھارے دو بچے بھی ہیں۔ بچل
 کو تم اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھنا۔ آج سے تم اس کے
 باپ کی جگہ ہو۔ اگر اس کو تم نے دکھ دیا تو میری روح کو
 تکلیف پہنچے گی۔ بچل نے اپنے چھوٹے بھائی کے سر پر
 ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: بابا جان آپ فکر نہ کریں آپ نے
 جیسا کہا میں ویسا ہی کروں گا۔ آخر میرا بھائی ہے۔ پھر
 باپ نے اپنے چھوٹے بیٹے سے کہا: "بھائی بچل آج سے بچل
 تمھارے باپ کی جگہ ہے۔ یہ جو کچھ کہے اس کے کئے کو کبھی
 نہ ٹالنا اور تم دونوں آپس میں مل جل کر رہنا۔ تم دونوں کو
 میں نے خدا کے حوالے کیا۔ یہ نصیحت کرنے کے بعد مولا
 بخش کسان نے اپنے دونوں بیٹوں کو سینے سے لگا لیا اور
 پھر اس کا انتقال ہو گیا۔

دونوں بھائیوں کو باپ کے مرنے کا بہت غم ہوا۔
 پھر دونوں بھائیوں نے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے
 مل جل کر خوب محنت کی اور اپنی زمین کے ہر کونے کو
 ہر اچھا کر دیا۔ فصل بہت ہی اچھی ہوئی۔ ان کی فصل دیکھ
 کر گاؤں کے سب لوگ دونوں بھائیوں کی تعریف کرنے
 لگے۔ دونوں بھائیوں نے مل جل کر تیار فصل کاٹی اور گھر
 کی ضرورت کے لیے رکھ کر باقی سب مانا جیج دیا۔ جس
 میں دونوں بھائیوں کو ایک لاکھ روپے کا منافع ہوا۔ دونوں

بھائیوں نے اس منافع کو آدھا آدھا بانٹ لیا اور اپنی
 اپنی رقم بینک میں جمع کروادی۔ کچھ عرصے کے بعد چھوٹے
 بھائی کے دل میں خیال آیا کہ میرا بڑا بھائی بچل میرا
 بہت خیال رکھتا ہے۔ اس کے بچے بھی مجھے بہت چاہتے
 ہیں اور بھائی نور بھی میرا بہت خیال رکھتی ہے۔ میرے
 پاس جو پچاس ہزار روپے ہیں وہ میرے لیے بہت ہیں۔
 کیوں نہ میں اپنے پچاس ہزار روپے میں سے چالیس ہزار
 روپے اپنے بڑے بھائی کو دے دوں۔ مجھ سے زیادہ تو اس
 کا خرچ ہوتا ہے۔ یہ سوچ کر بچل بینک گیا اور بینک
 سے کہا: میں اپنے پچاس ہزار روپے میں سے چالیس ہزار
 روپے اپنے بڑے بھائی بچل کے اکاؤنٹ میں جمع کرانا چاہتا
 ہوں۔ بینک منجھرنے کہا: جیسی آپ کی مرضی ویسے آپ
 کے بڑے بھائی کے اکاؤنٹ میں بھی پچاس ہزار روپے ہیں۔
 بچل نے کہا کہ بچل میرا بڑا بھائی ہے اور اس کا خرچ مجھ سے
 زیادہ ہے۔ یہ کہہ کر چالیس ہزار روپے اپنے بڑے بھائی کے
 اکاؤنٹ میں جمع کرادیے۔

ایک دن ملے سے بھائی بچل کو بھی ایسا ہی خیال آیا
 کہ میرے پاس جو پچاس ہزار روپے ہیں وہ میرے لیے
 بہت ہیں۔ میری تو شادی بھی ہو چکی ہے۔ اور میرا چھوٹا
 بھائی بچل اب جوان ہو گیا ہے۔ کیوں نہ میں اپنے پچاس
 ہزار روپے میں سے چالیس ہزار روپے اپنے چھوٹے بھائی
 کے نام پر کر دوں۔ تاکہ اس کی بڑی دھوم دھام سے شادی
 ہو جائے۔ یہ سوچ کر بچل بینک گیا اور بینک منجھرنے کہا:
 "میرے پاس جو پچاس ہزار روپے ہیں....." ابھی بچل کی

رات پوری تھی۔ بونی تھی کہ بینک منیجر نے کہا: بچل صاحب
آپ کے پاس تو اب نمسے ہزار روپے ہیں: بچل یہ سن کر
بہت حیران ہوا کہ تو نے ہزار روپے کہاں سے آئے ہیں
پاس تو صرف پچاس ہزار روپے تھے۔ بچل نے بینک منیجر
سے پوچھا کہ صاحب یہ تو نے ہزار روپے کہاں سے آئے
کیوں کہ میرے پاس تو صرف پچاس ہزار روپے تھے۔ بینک
منیجر یہ سن کر مسکرایا اور بچل کو تمام واقعہ سنایا تو بچل
بچل کے اس عمل سے بہت متاثر ہوا۔ اور پھر بینک منیجر
سے کہا کہ میرے نمسے ہزار روپے ہیں اب اسٹی ہزار
روپے میرے چھوٹے بھائی بچل کے اکاؤنٹ میں جمع کر
دو۔ اس طرح اسٹی ہزار روپے اپنے چھوٹے بھائی بچل کے
اکاؤنٹ میں جمع کرا دیے۔

دونوں بھائی بل بل کر محنت کرتے رہے اور
ان کی زمینیں سونا اگلاتی رہیں۔

تالوے

مولانا محمد شاکر کریم کراچی

تالوے ہمارے پیارے پیارے
ہم سب کی آنکھوں کے تالوے

راہ ہمیں دکھلاتے ہیں یہ
سمنے مٹول کو جگاتے ہیں یہ

چھپتے ہی سودج آتے ہیں یہ
آنکھوں میں کعب جاتے ہیں یہ

تالوے ہمارے پیارے پیارے
ہم سب کی آنکھوں کے تالوے

کام ہمارے آتے ہیں یہ
صبح سویرے جاتے ہیں یہ

رات کو بھر آجاتے ہیں یہ
دنیا کو چمکاتے ہیں یہ

علامہ اقبال

میدانِ اخلاص، کراچی

علامہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایک عظیم شاعر اور مفکر



تھے۔ آپ ۱۸۸۹ء میں سیالکوٹ
میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم
یہیں حاصل کی۔ یہیں انھیں
شمس العلماء مولوی سید میر حسن

جیسے عربی فارسی کے ممتاز فاضل کی شاگردی کا شرف حاصل
ہوا۔

ایں اسے پاس کرنے کے بعد آپ لاہور آ گئے۔ آپ
نے بی۔ اے تک امتیازی حیثیت سے تعلیم حاصل کی اور ایم۔ اے
میں فلسفہ کے مضمون کی تیاری کرنے لگے۔ خوش قسمتی سے آپ
کو پروفیسر آزاد نے جیسا مفتی استلام کیا۔ جس نے آپ کی شہیت
میں استعداد اور جوش کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا۔

آپ کی سب سے پہلی نظم ہلا ہے۔ یہ نظم اپنی جدت
اور روحانی کمی و جہ سے بہت پسند کی گئی۔

ایم۔ اے کے بعد آپ پہلے اورینٹل کالج اور گورنمنٹ
کالج میں پروفیسر رہے۔ قانون کی اصلاح تعلیم کے لیے ۱۹۰۵ء
میں آپ انگلینڈ گئے اور ۱۹۰۸ء تک یورپ میں آپ کا قیام رہا۔

قیام انگلستان کے دوران آپ نے ارادہ کیا کہ آپ شعر نہیں کہیں گے، لیکن پروفیسر آرنلڈ کے کہنے پر آپ نے اس ارادے کو عملی جامہ نہ پہنایا۔ اس وقت آپ کی طبیعت زردوں پر تھی، ایک ہی نشست میں بیسویں شعر ہو جاتے تھے اور خدا نے ذہن اور حافظہ بھی ایسا اعلا بخشا تھا کہ تمام شوریٰ ترجمہ سے ذہن میں محفوظ رہتے تھے۔ اقبال نے غالب کی طرح فلسفے کو شعر اور شعر کو فلسفہ بنا دیا۔ اسی میں ان کی عظمت کا راز پوشیدہ ہے۔

جب اردو زبان آپ کے فلسفیانہ خیالات کی متعل نہ ہو سکی تو آپ نے فارسی میں شعر کہنے شروع کیے۔ آپ کی شاعری کا یہ قعدہ ۱۱۹۰ کے بعد سے شروع ہوتا ہے اس طرح آپ کا کلام ہند کی سرحدیں پار کر کے ساری اسلامی دنیا میں پہنچ گیا۔ اب یورپ اور امریکا کو بھی اقبال کی عظمت کا احساس ہوا۔ قوم نے آپ کو ترجمان حقیقت، شاعر مشرق اور حکیم الامت کے خطابات سے نوازا اور حکومت بھارت نے ”شاعر کا خطاب دیا۔“

آپ کی شاعری فنی شاعری ہے۔ آپ کے شعری مجموعے بانگ درا، بال جبریل اور ضربِ کلیم میں حاصل نظموں نے سوشل برہمنی قوم کو بیدار کیا۔ اگر آج کے حالات کا یہ خود مطالعہ کیا جائے تو آپ کا کلام الہامی معلوم ہوتا ہے۔

چند یادگار دن، لکھنؤ میں

حافظ محمد زبیر فضل، کراچی

بھارت کے وسیع و عریض نقشے پر جب میری نظر

پہرہ درخشاں، اپریل ۱۹۸۳ء

پڑتی تھی تو دل میں اس ملک کی میر کرنے کی خواہش پیدا ہو جاتی تھی۔ ہم نے کئی بار اپنے والد محرم سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ والد صاحب نے فرمایا کہ پہلے تم قرآن مجید حفظ کر لو پھر بھارت کی میر کو چلیں گے۔

۱۹۸۳ء میری خواہش کی تکمیل کا سال بن کر آیا۔

اس سال بہار بھارت جانے کا پروگرام بن گیا۔ ہم اپنے طلبہ تین بھائیوں اور ایک بہن کے ساتھ بھارت روانہ ہوئے۔ کراچی سے ہیر ایکسپریس کے ذریعہ سے شام پانچ بجے رولز ہوٹل اور صبح دس بجے لاہور پہنچے۔ لاہور میں ہمارے نانہ نانی، ماموں خالہ اور دوسرے بستے دار رہتے ہیں جو ہمیں اسٹیشن پر لینے آئے ہوئے تھے چار دن تک ہم لاہور میں اپنی نانی کے ہاں رہے۔ اس دوران میں ہمارے آؤٹے اعزین انٹر لائن کے ٹیلر نے میں شیشیں حاصل کیں اور خوشی خوشی لاہور انٹر پورٹ روانہ ہوئے۔ یہاں کشم کے مراحل سے گزرتا ہوا یعنی ہمارے پاس پورٹ نفری اور سامان و طیارہ چیک کیا گیا۔

ہمارے دل خوشی سے اس وقت چھوٹنے لگے جب ہم نے انڈین انٹر لائن کا طیارہ لاہور انٹر پورٹ پر دیکھا اور ہم لوگ ٹیلر کی طرف چل دیے اور خوشی خوشی ٹیلر نے میں داخل ہو کر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ ٹیلر نے میں سفر کا یہ پہلا موقع تھا اس لیے خوشی کے ساتھ ساتھ کچھ خوف بھی تھا۔ چند منٹ بعد جہاز نے پرواز کا اعلان کیا اور مسافروں کو ہدایت دیتے ہوئے کہا کہ وہ اپنی سیٹس باندھ لیں۔ جیسے ہی جہاز نے اُڑنا شروع کیا میں نے محسوس کیا کہ

میں الف لیلی کا شہزادہ بن گیا ہوں اور اڑن کھڑے
پر اڑ رہا ہوں۔

ایئر برس نے ہم کو کھانا، مشروبات، ٹافیاں،
مٹھائیاں اور پھل پیش کیے۔ تیس منٹ بعد اعلان
ہوا کہ طیارہ دہلی پر پرواز کر رہا ہے۔ مسافر اترنے کے
لیے تیار ہو جائیں اور سب اپنی اپنی سیٹ مانتھ لیں۔
چنانچہ جیسے ہی طیارہ دہلی ایئر پورٹ پر اترنا شروع کیا
تھے۔ تھوڑی دیر میں میٹریسی لگی تو ہم سڑی سے نچے اترے۔
اب ہم بھارت کی سرزمین پر کھڑے تھے۔ ہمیں ایک خوب
معلوم تھا۔

یہاں کے کسٹم کے عمل نے ہمارے ساتھ بہت
اچھا سلوک کیا، اور ہمیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی،
پھر ہم فیکسی کے ذریعہ سے بوش ڈی ڈوما۔ پیچے منسل کیا۔
چائے پی کر آرام کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب اٹھے اور
ہندستان کی سب سے بڑی تاریخی مسجد یعنی جامع مسجد دکن
جس کو مغل شہنشاہ شاہ جہاں نے تعمیر کیا تھا۔ یہ مسجد آج
بھی مساجد کے لیے کسب رکھتی ہے۔ دوسرے دن ہم نے
دہلی کے تاریخی مقامات دیکھے، جن میں قطب مینار، لالہ قلعہ
اور حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کا حزر قابل ذکر
ہیں۔ اس کے علاوہ گیت وے آف انڈیا، گاندھی جی کی
سادھی کی سیر کی۔ پانچ دن دہلی کی خوب سیر کی۔

دہلی سے کھنوں کے سو کاہرہ گرام طے ہوا جس کے
سے ہمارے اترتے رہے تاب تھے کہ کسی طرح اپنے استاد
مخرم مولانا حضرت سید ابوالحسن علی ندوی سے صلہ ملاقات

دہلی دو نمال، اپریل ۱۹۸۳ء

ہو جائے۔ چنانچہ ہم گوتمی ایکسپریس سے کھنوروان ہوئے
اور سات گھنٹے میں کھنوپنچے۔ اسٹیشن پر مدوۃ العلماء کی
طرف سے گاڑی لیے آئی ہوئی تھی اور استقبال کے لیے
ہمارے آؤ کے دوست آئے تھے۔ چنانچہ گاڑی میں
سامان رکھ کر ہم لوگ دارالعلوم ندوۃ العلماء روانہ ہو گئے۔
رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ ہم لوگ دارالعلوم کے محل خانے
میں ہو گئے۔ فجر کی نماز کے بعد ہندستان اور دنیا کے مشہور
عالم مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ جن کی
شاہکار تصانیف کے پاکستان میں ناشر چھاپے ابو حنیفہ
فضل ربی ندوی ہیں ملاقات ہوئی موصوف نے ہم لوگوں
سے ملاقات کی خاطر اپنی معروفات ملتوی کر دیں اور
مجھ کو یہ سعادت حاصل ہوئی کہ مولانا موصوف نے عربی
کی ہم اللہ کرامی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کھنوں ایک تحریک کا نام ہے
جہاں جدیدہ قدیم کی تفریق کو ختم کر کے ابراہانِ نبیایہ میں
میں قرآن حدیث، فقہ، جدید عربی زبان اور دوسرے اسلامی علوم
کے ساتھ انگریزی، جغرافیہ، سائنس، حساب اور جدید علوم
کو یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ یہاں کا پڑھا ہوا دیں کے مسائل
جاننے کے ساتھ حالات حاضرہ اور دنیا کے دوسرے شعبوں
کو بھی سمجھ سکے۔ اس تحریک کا نام تحریک ندوۃ العلماء ہے جس
نے بڑے بڑے قابل علما پیدا کیے جن میں سرفہرست علامہ
سید سلیمان ندوی، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، مولانا محمد اویس
نگرانی ندوی، مولانا نوری خان ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی،
مولانا عبد القدوس ہاشمی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا شاہ

معین الدین ندوی، مولانا عبدالباری ندوی اور مولانا مفتی ظفر
ندوی قابل ذکر ہیں۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کی عمارت بڑی عالی شان ہے۔
دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ کا محل ہے۔
جب ہم اسے آؤ پڑھتے تھے تو صرف دو ہاسٹل تھے۔ اب
وہاں کئی ہاسٹل تعمیر ہو گئے ہیں اور بہت سی نئی عمارتیں
تعمیر ہو گئی ہیں، جہاں تقریباً ایک ہزار طالب علم رہتے ہیں۔
وہاں ہر ایک بڑا کتب خانہ بھی ہے جس میں لاکھوں قیمتی
علمی کتابیں ہیں۔ ایک بہت ہی خوب صورت مسجد
ہے۔ دنیا کے کونے کونے سے ہزاروں مسلمان طالب علم
علم دین حاصل کرنے کے لیے اس دارالعلوم میں آتے ہیں۔
میرے اند بھی خواہش پیدا ہوئی کہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء میں
تعلیم حاصل کروں، لیکن افسوس کہ ہندوستان اور پاکستان کے درمیان
تعلیمی سمولت نہیں ہے۔ لکھنؤ بہت ہی خوب صورت ماحول کا
شہر ہے۔ یہاں تاریخی مقامات بھی ہیں جن میں نواب واجد علی
شاہ کا محل قیصر باغ، امام باڑے اور بلی گارڈ قابل ذکر ہیں۔
شہر کے بیچ میں ایک دریا بہتا ہے جس کو دریائے گومتی
کہاجاتا ہے۔ لکھنؤ کے بازاروں میں اس میں آباد اور
حضرت گنج قابل ذکر ہیں۔ لکھنؤ کاریلوے اسٹیشن چارباغ
کہلاتا ہے اور بہت بڑا اور خوب صورت ہے۔ لکھنؤ کے
چند یادگار دن میرے ذہن میں ابھی تک تازہ ہیں جہاں
چند دن رہ کر بھرپور اگلے سفر ملکوت کے لیے روانہ ہو
گئے۔



جمہور و نونال، اپریل ۱۹۸۳ء

بلی کے بچے

مرسلہ عبدالمجید شفا بلوچ

یہ بلی کے بچے ہیں جو کھیلے ہیں
اچکے ہیں یہ اور ڈوڑ پیلے ہیں
ادھر سے ادھر خوب کر کے کھیل
یہ ماں کو دکھاتے ہیں سب اپنے کھیل
کبھی کھیل میں خوب لڑتے ہیں یہ
کبھی منہ سے منہ کو رگڑتے ہیں یہ
بکھاتی ہے ماں ان کو کرنا شکار
بھینٹ کر یہ کہتے ہے چوہوں پہ طار
شکاری نہیں گے چوہوں گے جوان
نہ چڑیاں بچیں گی نہ بھر ٹرفیاں

روپ، روپ

محمد اسلم قریشی، ٹنڈوالہیار

”اتی... اتی: ایک فقیر آیا ہے“ عارفہ نے تیز
تیز قدموں سے صغریٰ گیم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا“ تو پھر
میں کیا کروں؟“ کچھ دے کر مال دو“ صغریٰ گیم نے یہ دستور
سو سنا رہتے ہوئے جواب دیا“ اتی“ وہ فقط فقیری نہیں ہے
بلکہ.....“ جان محمد صاحب جو اخبار پڑھ رہے تھے عارفہ
کی طرف چونک کر دیکھنے لگے۔ یوسف اور سعیدہ بھی اپنی
کتابیں پڑھتے پڑھتے رگ کر عارفہ کی جانب دیکھنے لگے۔
وہ تجوی ہے اور تو بیز بھی دیتا ہے۔ عارفہ نے اپنا ادھر ا

جملہ مکمل کیا، آبی، بھر ملاؤنا، کھڑی پوچھ کھول رہی ہو؟
تو فیصلے لیں گے: یوسف یہ کہہ کر کتابیں رکھ کر اٹھ کھڑا
ہوا۔ ساتھ ہی سعید بھی کھڑی ہو گئی۔ عارفہ تو اسی انتظار میں
تھی کہ کوئی کہے اور وہ جھٹ فیکر کئے آئے۔ بھاگ کر گئی اور
ایک ٹیم ٹیم شخص کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ سفید ریش
سفید پونچھیں، گندنی رنگ اس پر کہیں کہیں سیاہ داغ، سیسے
کیلے، پھٹا پھوٹا، سرسبز لڑکی اور کمرہ پھیلانے لگا ہوا تھا۔
سلام کرنے کے بعد وہ فرش پر بیٹھ گیا۔ تھکلا اُتار کر سامنے
رکھا۔ پھر اس نے پوچھا: "ہاں تو کیا پوچھا چاہتے ہو؟"
جان محمد صاحب کو یقین نہیں تھا کہ یہ واقعی مخوم جانتا ہے۔
"ہمیں یقین نہیں آتا کہ تم علوم مخوم جانتے ہو؟ ثبوت کے
طور پر کچھ کر کے دکھاؤ تو جانیں،" فقیر مسکرایا اور کہنے لگا،
"چینی کا ڈبا ہے کہ آؤ،" سعید بھاگ کر چینی کا ڈبا لے
آئی، ڈبا بند تھا۔ فیصلے نے چند عجیب و غریب الفاظ پڑھے
اور پھر ڈبے پر بھونک ماری اور ڈبا کھولنے کو کہا۔ اب
جو ڈبا کھولا گیا تو ڈبے میں چینی کے بجائے مٹی نکلی یہ
دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ سب لوگوں کو فقیر بابا کی
کلمات کا یقین ہو چکا تھا۔ مگر اب اس نے فقیر بابا کو اپنا
ہاتھ دکھایا اور اپنے نئے بیٹے سلیم کے لیے توہید لیا، جو ہر
وقت شراکتیں کرتا رہتا تھا اور بالکل نہیں پڑھتا تھا۔
پھر یوسف اور سعید نے بھی امتحان میں کامیابی کے
لیے توہید لیے۔ جان محمد صاحب نے صرف اپنے کاروبار کے
متعلق پوچھا۔ عارفہ نے نہ کچھ پوچھا اور نہ توہید لیا۔ فقیر
نے عارفہ سے بھی کہا کہ کچھ لینا ہے تو لے لو، مگر عارفہ نے

ہمدرد نوزل، اپریل ۱۹۸۳ء

صاف انکار کر دیا۔ جب توہید دینے کے بعد فیصلے نے
پچیس روپے مانگے تو سب حیران رہ گئے۔ کہ چار توہیدوں
اور ایک ہاتھ دیکھنے کے پچیس روپے۔ اب تو فیصلے نے
لیے تھے لہذا سب نے اپنے اپنے اپنے توہیدوں کے پیسے
دے کر فقیر کو رخصت کیا۔ اگلے دن وہ پھر آن دھمکا۔
عارفہ اُسے اندر ملا لائی جو نئی فقیر لاندہ آکر بیٹھا یوسف
اٹھ کھڑا ہوا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا، "آپ
اس فقیر کو ابھی طرح دیکھ لیں اس کی آواز پر غور
کریں،" سب حیران تھے کہ یہ کیا کہہ رہا ہے فقیر گھبرا
گیا اور عارفہ خوف سے کانپ گئی۔ یہ نقلی فقیر ہے اس
نے روپ بدل رہے۔ میں اس کا اصلی روپ دکھانا کہوں
یہ کہہ کر یوسف نے فقیر کی داڑھی میں پونچھیں لوج لیں اور
نب موانے عارفہ اور یوسف کے سب حیران ہو گئے،
کہوں کہ فقیر بابا کی داڑھی میں پونچھیں یوسف کے ہاتھ میں
نچیں اور فقیر کی حکم سلیم کھڑا تھا۔ جب یوسف سے پوچھا
گیا کہ تمہیں فقیر کی اصلیت کا علم کیسے ہوا تو اس نے
جواب دیا کہ راست کو میں نے چھپ کر عارفہ اور سلیم کی
بائیں ٹیس۔ یہ دونوں جھگڑ رہے تھے۔ سلیم کہہ رہا تھا کہ میں
زیادہ پیسے لوں گا۔ کہوں کہ میں نے فقیر کا روپ بھرا اور
عارفہ کا مطالبہ تھا کہ زائد بیسوں کی حق داریں ہوں کہوں کہ
میں نے یہ نہ کر لیا بتلائی۔ تھا رامیک اپ کیا تمہیں آواز
بدلنا بسکھا ائی اور چینی کے ڈبے میں مٹی بھری۔ اتنا کہہ کر
یوسف خاموش ہو گیا اور اباجان نے سلیم کی چٹائی شروع
کر دی۔ اس دوران عارفہ موقع سے فائدہ اُٹھا کر کمرے

سے جا چکی تھی۔

صبر و تحمل

عبید اللہ شاد بلوچ چلامر

صبر و تحمل کے معنی برداشت اور بردباری کے ہیں۔ اگر کوئی شخص صبر و تحمل سے کام لے تو کامیاب ہو رہا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے۔ انھوں نے صبر و تحمل سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں کامیابی عطا فرمائی۔ آج بھی ہم ”صبر ایوبی“ کو کر حضرت ایوبؑ کے صبر کی مثال دیتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر کبھی غصہ آتا تو آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا، لیکن آپ زبان سے کچھ نہ فرماتے تھے، بلکہ برداشت کرتے تھے۔ مکے کے گھار آپ پر پتھر پھینکتے تھے۔ راتے میں کانٹے بچھا دیتے۔ گلے میں چادر ڈال کر کھینچتے تھے مگر آپ تحمل سے کام لیتے۔ یہاں تک کہ کتوں کو دوتے تاکر آپ اس میں گر جائیں۔

ایک واقعہ مشہور ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ کا ایک خادم آپ کے ہاتھ دھلا رہا تھا کہ لوطا اس کے ہاتھ سے جھوٹ کر شست میں گر گیا۔ چھینٹے اڑ کر آپ کے چہرہ مبارک پر پڑے تو آپ نے خفگی کی نظروں سے اسے دیکھا، لیکن زبان سے کچھ نہ فرمایا۔ خادم نے عرض کیا اُسے میرے آقا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ غصے کو پی جانے والے۔۔۔ آپ نے فرمایا: ”میں نے اپنا غصہ پی لیا“

اس نے اپنی بات جاری رکھنے ہوئے کہا: ”اور لوگوں کو معاف کرنے والے۔۔۔“ آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے معاف کیا“ وہ بولا: ”اور احسان کرنے والوں کو بھی پسند کرتا ہے“ آپ نے فرمایا: ”جائیں نے تجھے اللہ کی خوشنودی کے لیے آزاد کیا“

بعض بچے اپنے والدین کی نافرمانی کرتے ہیں۔ والدین نصیحتیں ادا بھی باتیں کرتے ہیں تو وہ غصے سے آگ بگولا ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض بچے اپنے والدین کو بڑا بھلا بھی کہتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ بیسے ادبی اور گستاخی ہے۔ والدین سے گستاخی کرنے والے دنیا میں بھی ذلیل ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کے لیے عذاب ہے۔

اقبال

مولانا محمد اویس جھومانی کلاچی

تُو نے میں اسلام کی تعلیم سکھائی
تُو نے میں عزت کی نئی راہ دکھائی
قرآن کی تعلیم ہمیں یاد دلائی
احسان نہ بھولیں گے کبھی ہم ترا اقبال
تُو نے میں اسلام کا پیغام سنایا
اسلام کے سونے ہوئے شیروں کو نکالا
اسلام کی خاطر تیا اک ملک بنایا
احسان نہ بھولیں گے کبھی ہم ترا اقبال

اس بات کی دیتا ہے ہر اک شخص کو اپنی
اقبال کو ملت کا تھا یہ باگ چاہی
اس بات کا اب مجھ کو ملے گا غلامی

اسان نہ سمجھیں گے کبھی ہم تیرا اقبال

اقبال کا پیغام

عابد حسین کاشف المیالی

مدت گزری عین اس وقت جب کہ پاک و ہندستان
پر غلامی کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ہر طرف امدھرائی امدھرا
تھا۔ ایک شمع روشن ہوئی جس کی روشنی سے لوگوں میں نیا
شعور پیدا ہوا اور مردہ قوم میں نئی روح پیدا ہو گئی۔ وہ شمع
تو بجھ گئی، لیکن اس کی روشنی سے اس طرح اُجالا بھلا لوگ
میں جم رہے تھے۔ آخر ایک دن مرزا مظہر الدین
پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ شمع علامہ اقبال تھے اور جو
روشنی باقی رہ گئی ان کا کلام تھا۔

علامہ اقبال نومبر ۱۹۰۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔
آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مگر پاس
کرنے کے بعد کالج میں داخل ہوئے وہاں پر مولوی میر حسن
جیسے عظیم استاد سے فیض یاب ہوئے کاسٹری موقیع میسر
ہوا۔ ایف۔ اے کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج میں داخل
ہوئے اور وہاں پر سر آرٹھلڈ سے سرورہ ہوئے کا موقیع
ملا۔ ایم۔ اے کا امتحان امتیازی حیثیت سے پاس کیا اور
مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے انگلستان چلے گئے جہاں انہوں نے
پی ایچ ڈی کی ڈگری جرمینی سے حاصل کی۔

صدر دوشال، اپریل ۱۹۸۳ء

وطن واپس آئے تو آپ نے مسلمانوں کی فلاح و
بہبود کا بیڑا اٹھایا اور مسلم قوم کو خواب غفلت سے بیدار
کرنے کے لیے کوشاں ہو گئے۔ آپ کی شاعری کا مقصد
مسلمانوں میں بیداری کا جذبہ پیدا کرنا تھا۔ آپ ہر وقت
مسلم قوم کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ علامہ
اقبال ایک عظیم انسان تھے۔ وہ نہ صرف پاک و ہند بلکہ تمام
عالم اسلام کی ایک عظیم اہم ترین شخصیت تھے۔ ایسی شخصیت
جس نے غلاموں میں آزادی کی روح بھونکی، جس نے ایک
مالوس شکست خوردہ غلام اور پست ہمت قوم کو اس قابل
بنادیا کہ وہ انگریزوں کے رُکھوں اور غلامی کی زنجیروں کو توڑ
کر رکھ دیا۔ آخر یہ رہبر فرزانہ اور ارضِ مسترق کا عظیم
انسان ۱۰۲۱۔۱۹۳۸ء کو کم سے کم بیسہ کے لیے جدا ہو
گیا۔ آپ کو حراج عقیدت پیش کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ
ہم آپ کے بتائے ہوئے اصولوں کو شعل راہ بنا لیں آج
ہم تاریخ کے جس موڑ پر کھڑے ہیں اس اہم اور نازک
مرحلے میں علامہ اقبال کی عظیم شخصیت ہماری رہنمائی کر
سکتی ہے۔ آپ کی روح آج بھی ہم سے کہہ رہی ہے:

بقیہ حکم، عمل پیہم بختِ خارج عالم

بدی کا چکر

شاہد ریاض، کراچی

عجب کے قریب ایک بہت گھنے جنگل میں بہ کثرت
جنگلی حادہ رہا کرتے تھے۔ ایک دن ایک چوہے کو نہ جانے
کیا سوچی کہ ایک درخت کی جڑ کا ٹی ٹھوڑا کر دی۔ درخت

زبان حال سے فرمایا دکر نے لگا کہ اسے ظالم کیوں میری
جان کی دنگوں کو کاٹتا ہے اور کہوں مسافروں کو میرے مسلے
اور چل سے محروم کرتا ہے۔ جو ہے سے دغیت کی آواز لاری
کی پروانہ کی اور اپنے کام میں مشغول رہا۔ اتنے میں ایک
سانپ منہ کھولے ہوئے آیا اور ایک دم چہرے کو بھگ گیا۔
سانپ چہرے کو بھگ کر دخت تلے کٹلی مار کر بٹھو گیا چند
لمحے گزرتے تھے کہ ایک سیہ کہیں سے آئی اور اس نے آتے
ہی سانپ کی دم منہ میں پکڑ کر اپنا سر چھپا لیا۔ سانپ نے جھٹکا
کر اپنے کو بھگنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سیہ کے کاٹل سے
اس کا تمام بدن چھانی اور لوہان ہو گیا اور وہ فر گیا۔ سانپ
کو کھانے کے بعد سے یہ پھر اپنا سر اور مانگیں نکلیں اور
گیند کی طرح گول گول ہو کر پڑ گئی۔ اتنے میں ایک لٹری بھلو
بھوئی تو سیہ کو دیکھ کر سمجھ گئی کہ لٹری تو تر ہے، لٹری کاٹوں
کی وجہ سے چالاک کے لٹری کام نہیں چلے گا۔ سیہ کو ہیٹ
کے بل الٹ کر اس کے ہیٹ پر پیشاب کر دیا۔ سیہ نے
سمجھا میں برس رہا ہے۔ غریب ہر نکالا۔ لٹری نے لپک کر
گردن تابی اور نرنگ کہہ کے باقی گوشت پوست کھا گئی۔
فلان ہی ہوئی تھی کہ ایک کتا بھاگتا ہوا آیا اور لٹری
کو بھاڑ کر کھا گیا۔ لٹری کو کھا کر کتا وہیں لیٹ کر سو گیا۔
اتنے میں ایک چیتا جنگل سے نکلا اور سونے بٹے کتے پر
حملہ کر کے اس کا کام ختم کر دیا۔ اتفاق سے یہ چیتا کسی
شکاری کی گھات سے نکل کر بھاگتا تھا۔ شکاری نے جب
یہ دیکھا کہ چیتا کتے کے کھانے میں مشغول ہے تو ایک
تیرا پسا پسینا کا دانی پلہ سے داخل ہو کر بائیں پلوں میں

داخل ہو گیا اور چیتا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ چیتا بھی پوری
طرح ٹھنڈا بھی نہیں ہوا تھا کہ شکاری نے کھال اتارنی
شروع کر دی۔ کھال کھینچ کر روانہ ہونے کو تھا کہ ایک
سوار آگیا اور کھال کو دیکھ کر جو بہت رنگیں اور حسین
تھی پھسل پڑا۔ شکاری سے کھال مانگی اور انکار پر نکل کر
بڑھی۔ لوہت جنگ تک پہنچ گئی۔ سوار نے ایک ہاتھ تلوار کا
ایسا مارا کہ شکاری کا سر تن سے جدا ہو گیا۔ کھال اٹھا کر
روانہ ہوا لیکن ابھی سو قدم بھی نہ چلا ہو گا کہ گھوڑے کے
ٹھوکہ کھانے سے گر پڑا اور ابھی بڑی طرح سے اونٹھا لڑا
کہ گردن ٹوٹ گئی۔

ٹنڈو آدم

روحان حلف ٹنڈو آدم

پاکستان کا شہر ٹنڈو آدم ملک کے دو بڑے شہروں
کراچی اور اسلام آباد کے وسط میں واقع ہے۔ یہ شہر
بہت قدیم اور خوب صورت ہے۔ ایک روایت کے مطابق
یہ شہر گیارہ بھائیوں نے آباد کیا تھا۔ ان بھائیوں نے
کئی شہر آباد کیے تھے جن میں سے ایک ٹنڈو آدم
ہے۔

گزشتہ پانچ سال کے دوران اس شہر میں بہت
ترقیاتی کام ہوئے۔ حال ہی میں صدر مملکت نے یہاں
کا دورہ کیا۔ شہر کے مسائل کا جائزہ لیا اور عوام سے
خطاب کیا۔

ٹنڈو آدم میں اسکولوں کے علاوہ ایک بڑا کالج

اور گز کا راج بھی ہے خود صدر حکمت نے گز کا راج کے لیے تین لاکھ ٹیپے کا عطیہ دیا۔ گز چند دنوں صوبائی گورنر صاحب نے بھی ٹنڈو آدم کا دورہ کیا اور شہریوں کو کچھ نئی مراعات عطا کیں۔

ٹنڈو آدم میں چٹاوتی منڈی، کھیل کے میدان، ہمارا بازار اور متعدد کتب خانے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک خوب صورت ہسپتال باغ بھی ہے جہاں لوگ فرصت کے اوقات میں تفریح کے لیے آتے ہیں۔

غور کا انجام

محمد علی دمکوی، کراچی

احمد اور رحمت دونوں دوست ہونے کے ساتھ



ساتھ ہم جماعت طالب علم بھی تھے۔ رحمت بڑا مخور اور خود غرض لڑکا تھا، کبھی کبھی کاپا بہت دولت مند شخص

تھا، لیکن احمد ایک غریب مزدور باپ کا اکلوتا بیٹا تھا، مگر ایسے حد زمین اور پوری جماعت میں پڑھائی میں سب سے تیز لڑکا تھا۔ احمد پابندی سے اسکول جاتا اور رحمت ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا اور ہر دم کبھی پابندی سے نہیں کرتا تھا، کیوں کہ وہ یہ سمجھتا تھا کہ اس کی دولت کی بروٹ اسحاق کے وقت اچھے استاد اسے ٹیوشن پڑھادیں گے اور وہ آسانی سے یونیورسٹی سے آئے گا اس کے برعکس احمد باپ کے ہر دم دھک کر کے اپنے استاد کو پیش کرتا۔ سب استاد احمد

جمہوریت، اپریل ۱۹۸۳ء

سے بہت خوش تھے۔ وہ اپنی جماعت میں کم زور طالب علم ساتھیوں کی مدد کر کے خوش ہونا تھا۔

احمد صبح اسکول جاتا اور رات کو ہوم ورک کرتا اور سبق یاد کرتا۔ اب سالانہ امتحان قریب آ رہا تھا۔ احمد امتحان کی تیاری کے لیے دن رات محنت سے پڑھائی کرتا تھا۔ دوسری طرف رحمت سالانہ امتحان کی تیاری کے لیے بہترین استاد سے پڑھ رہا تھا، لیکن اس کی عادت خراب تھی لہذا وہ عادت کے مطابق استاد کا دیا ہوا سبق یاد نہیں کرتا۔

حتیٰ کہ امتحان سر پر آ گیا اور وہ فقط چند سوال یاد کر سکا۔ اس پر بھی یہ غور کہ یونیورسٹی تو میری ہی آئے گی کیوں کہ مجھے ایک سترہ ماہ پڑھا رہا ہے اور اکثر احمد کے پاس آکر اپنی شان جتاتا۔ احمد خاموشی سے اس کی باتیں سن لیتا۔ جب سالانہ امتحان آئے اور امتحانی پرچہ رحمت کے سامنے آیا تو وہ بہت پریشان ہوا، کیوں کہ اس نے ٹیوشن پڑھنے کے باوجود محنت نہیں کی تھی، لیکن احمد نے نہایت آسانی سے تمام پرچے حل کیے۔

چند روز بعد جب نتیجہ آیا تو احمد کی پہلی یونیورسٹی آئی احمد رحمت بڑی طرح فیل ہو گیا۔ اب وہ احمد اور اپنی جماعت کے استادوں اور ساتھیوں کے سامنے سخت ترمیم خواہ اور اپنے غور، بکثرت اور وقت ضائع کرنے پر افسوس کر رہا تھا۔

اپریل فول

رائدہ لعل جان، جانشین کالونی

اپریل کی پہلی تاریخ تھی رات کے آٹھ بجے تھے۔

میں اپنے کمرے میں امتحان کی تیاری کر رہا تھا کہ ٹیلے فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے فون سنا۔ دوسری طرف سے ہمارے استاد حنیف صاحب فرما رہے تھے؟ راشد کل آپ کی چھٹی ہے، کہوں کہ امتحانات کی تاریخ میں اضافہ ہو گیا ہے؟

میں نے کہا: جی بہت ہنر، اور فون ختم کے بعد کھانے کی میز پر چلا گیا۔ گھروالوں کو بتلایا تو سب نے رائے دی کہ تم کل اسکول جانا اور امتحان کی تاریخ معلوم کر کے کہنا۔ دوسرے دن میں اسکول گیا تو سخت تعجب ہوا، کیوں کہ طلبہ جماعتوں میں موجود تھے اور پرچہ شروع ہونے کی گھنٹی بج رہی تھی۔ میں نے پرچہ دیا اور سوچنا ہوا اسکول سے باہر آ رہا تھا کہ حنیف صاحب نے یہ مذاق کیوں کیا؟ اچانک غلام نبی اور طارق راجپوت ہنسنے ہوئے رہ گئے۔ اب میں تمام معاملہ سمجھ گیا۔ میں نے ختم سے پوچھا: یہ کیا مقدمہ؟“ دونوں سے ہنسنے ہوئے جواب دیا، ”اپوئل فول؟“

یہ سن کر مجھے بھی ہنسی آگئی۔ میں نے گھر جا کر تمام واقعہ بتلایا تو سب ہنسنے لگے اور کہنے لگے کہ ہماری رائے نے تمہیں فیل ہونے اور فول ہونے سے بچالیا۔ میں سوچنے لگا کہ ہم انگریزوں کی نقل میں اپریل فول مٹا کر کتنا خطرناک کھیل کھیلتے ہیں۔

مسلمان سائنس دان

ثروت سلطانی، کراچی

اہل یورپ کہتے ہیں کہ سائنس کی تمام ترقی میں

صرف ان کا حصہ ہے، لیکن یہ اعتراف بھی کرتے ہیں کہ یورپ کے تاریک دور میں فروس وسطی میں مسلمانوں نے سائنسی میدان میں بہت کام کیے ہیں۔ اہل یورپ سائنس کی ابتدا چند عرصوں صدی میں یورپ کی اشاعت ثانیہ سے شمار کرتے ہیں۔ حال آنکہ یہ بالکل غلط ہے، بلکہ سائنسی دور کی ابتدا اشاعت ثانیہ سے قبل مسلمانوں نے کی تھی۔

مسلمانوں نے پہلی صدی ہجری سے سائنس کی طرف توجہ دی۔

ابوہاشم خالہ کا تعلق حاتلان خواہیہ سے تھا۔ انھوں نے علم کیمیا کی ابتدا کی اور ان کے شاگرد جابر بن حیان کو فہم کیمیا کا بانی کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے انھوں نے اس علم میں جدوجہد حاصل کی تھی۔

ابوعلی سینا نے فنا لکھنے کے کتاب میں تعریف کیس جن میں سورہ کتب صرف طلبہ پر ہیں۔ علم طب میں شیخ الرئیس ابوعلی سینا کی تصانیف ”القانون“ اور ”شفا“ کی عظمت کا اندازہ یوں لگا سکتے ہیں کہ یورپ کے تمام مڈیکل کالجوں میں یہ کتابیں آٹھ صدیوں تک متواتر پڑھائی جاتی رہیں۔

نویں اور دسویں صدی میں محمد بن موسیٰ خوارزمی نے جو کہ ریاضی دان تھے گنتی کا رسم الخط ایجاد کیا۔ اور الجبرا جس پر کہ ریاضی کا دار و مدار ہے اس کا علم بھی معلوم کیا۔ اہل یورپ نے ریاضی میں جتنا کچھ بھی سیکھا موسیٰ بن خوارزمی کی کتاب الجبرا والمقابلہ سے سیکھا۔

عظیم سائنس دان ابوعلی حسن بن حسین ابن الہشیم

کی کتاب المناظر لطبیعیات کی ایک مشہور شاخ "روشنی" پر دنیا کی پہلی جامع کتاب ہے۔ ابن الہیثم کو بجا طور پر ہائے بمریات کہا جاتا ہے۔ ابن الہیثم کا ہزار سالہ جشن پور دفاؤنڈیشن نے ۱۹۶۹ء میں منایا تھا۔

تیسری صدی کے وسط میں چنگیز خان اور ہلاکو خان کے ہاتھوں مسلمانوں پر جو تباہی آئی اس کے بعد سائنس کی تحقیقات اور ترقی کے امکانات بالکل ختم ہو گئے۔ مسلمان تباہ و برباد ہو گئے، تخریب گاہیں اور رمد گاہیں نذر آتش ہو گئیں جو مسلمان بچے تھے ان میں سک نہ تھی۔ ان کی ملا جلیں معلوج ہو گئی تھیں اور وہ علمی تحقیقی اور تخلیقی کام کے قابل نہیں رہے تھے۔ لیکن اہل یورپ ان سب باتوں سے محفوظ تھے۔ وہ انھوں نے مسلمانوں کی سائنسی تصانیف کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ ان کا شوق بڑھتا گیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل یورپ آگے بڑھنے لگے اور مسلمان انھوں نے سائنس کی ابتدا کی تھی ان کی ترقی رک گئی۔

پندرہویں صدی سے یورپ میں سائنسی دور کا دوبارہ آغاز ہوا جو اب تک قائم ہے۔

میں تتلی ہوں

زید! ایس جی پیسنوی

تتلی ہوں میں پیاری پیاری

بھرتی ہوں میں کیاری کیاری

ہمدرد نونہال، اپریل ۱۹۸۳ء

باغوں میں کرتی ہوں بے سیرا

خوش بو دار بدن ہے میرا

رہتی ہوں بھولوں سے مل کر

جان فدا کرتی ہوں اُن پر

بھولوں کی ہوں میں دلیانی

سُن لے تو بھی رات کی راتی

گلشن گلشن راج ہے میرا

رنگ برنگ تاج ہے میرا

ہے باغوں کی روح چینیلی

وہ میری ہے خاص سبیلی

گڑیا کا راز

نرہت فاطمہ اکرامی

موسم بڑا خوش گوار تھا۔ انیکڑا رشد جہاز کے عرشے

پر کھڑے سمندر کی موجوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ سرکاری کام

سے بحری گئے تھے اور ایک ماہ بعد واپس آ رہے تھے۔ انیکڑا

رشد سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی بچی انہی ماں کے ساتھ

کھڑی تھی۔ بچی کے ہاتھ میں ایک گڑیا تھی۔ اہلک جہاز کو جھکا

لگا اور وہ تھوڑا سا ایک طرف جھک گیا۔ ماں نے اپنے آپ کو

سنبالا مگر بچی جھپٹے سے ٹکرائی اور گڑیا اس کے ہاتھ سے

جھوٹ کر نیچے گری۔ اگر انیکڑا رشد دودھ کر گڑیا نہ پکڑ لیتا تو

وہ سمندر میں گر جاتی۔ انیکڑا نے محسوس کیا کہ گڑیا تھکتی ہی

بچی کی ماں کا ہرہ رخ ہو گیا۔ اس نے یہ بھی محسوس کر لیا کہ

گڑیا اپنے وزن سے بھاری ہے۔ بچی کی ماں نے بچی سے

گڑیا جینی اور اسے ڈانٹتے ہوئے برلی "میں نے کہا تھا
 نا کہ اس کو مجھے دے دو" اور یہ کہہ کر وہ دوسری طرف
 چلی گئی۔ انپکڑ کی لنگا میں اس خاتون کا بیچھا کر رہی تھیں۔
 ایک گھنٹے بعد جہاز کراچی کی بندرگاہ پر پہنچ گیا۔ انپکڑ اس
 کے پیچھے لگا رہا، پھر جب وہ عورت کسٹمز آفیسر کے سامنے
 اپنا سامان چیک کرانے لگی تو انپکڑ نے آفیسر کو ایک خاص
 اشارہ کیا۔ آفیسر سمجھ گیا۔ اس نے عورت سے کہا کہ بچی کے
 ہاتھ میں جو گڑیا ہے اس کا معائنہ بھی کرائیے عورت نے
 جواب دیا کہ تو میری بچی کی گڑیا ہے۔ کسٹمز آفیسر نے اس کی
 بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور بچی کے ہاتھ سے گڑیا جینی
 لی۔ گڑیا جینے ہی بچی رونے لگی، لیکن کسٹمز آفیسر نے اس کے
 رونے پر کوئی توجہ نہیں دی اور گڑیا کا بیٹ چمک کر دیا۔
 بیٹ کے اندھ سے ایک تحصیل برآمد ہوئی جس میں بہت
 سے پیش قیمت ہیرے تھے۔ کسٹمز کے عملے نے خاتون کو خزانہ
 میں لے لیا۔ عورت کے انکشاف پر معلوم ہوا کہ یہ ہیرے
 بحرین سے اسمگل کیے گئے تھے اور اس کا تعلق ہیروں
 کے بین الاقوامی اسمگلروں سے تھا۔ اس نے اپنے دوسرے
 ساتھیوں کے نام بھی بتائے جنہیں گرفتار کر لیا گیا۔ اس
 طرح انپکڑ ارشد کی ذہانت سے اسمگلروں کا ایک خطرناک
 گروہ گرفتار ہوا۔

استاد کی عزت

رضیہ سلطانہ، اشد و محضان

خلیفہ ہارون الرشید ایک انصاف پسند اور رحم دل

پندرہ نومبر، اپریل ۱۹۸۳ء

بادشاہ تھا خلیفہ کے دو بیٹے تھے۔ امین اور مامون یہ
 دونوں ایک بزرگ عالم سے تعلیم حاصل کرتے تھے اور
 اپنے استاد کا بہت احترام کرتے تھے۔

ایک دن ان کے استاد مسجد میں نماز پڑھ رہے
 تھے اور امین مسجد میں موجود تھا۔ امین نے سوچا کہ جب
 تک استاد صاحب نماز پڑھ رہے ہیں میں باہر جا کر ان
 کے جوتے لے کر کھڑا ہو جاتا ہوں تاکہ جب استاد باہر آئیں
 تو انہیں بہنا دوں۔ یہ سوچ کر امین باہر آیا تو اس نے
 دیکھا کہ اس کا بھائی مامون پہلے ہی جوتے لیے کھڑا
 ہے۔ اب یہ دونوں لڑ پڑے۔ ایک بھائی کتنا تھا کہ
 یہ خدمت میں انجام دوں گا اور دوسرا کتنا تھا نہیں،
 میں انجام دوں گا۔ ان دونوں میں بحث ہو رہی تھی
 کہ استاد مسجد سے باہر تشریف لائے اور بحث کی وجہ
 پوچھی۔ ان دونوں نے استاد صاحب کو تمام بات بتادی۔
 یہ سن کر استاد نے کہا: تم دونوں ایک ایک جوتا مجھے
 بہنا دو۔ استاد نے دونوں بھائیوں کے سر پر شفقت کا
 ہاتھ پھیرا اور ان دونوں نے ایک ایک جوتا استاد صاحب
 کے قدموں میں رکھ دیا۔

ہارون کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے امین اور
 مامون کو استاد کی عزت کرنے پر بہت بڑا انعام دیا۔
 آواز اخلاق

مجھے کیا خبر تھی

شیخ فیض محمد، موسیٰ زئی شریف

ملکہ وکٹوریہ کو غریبوں سے بڑی ہمدردی تھی وہ

اگر اکیلی ان کے ہاں چلی جایا کرتیں، انہیں تسلی دیتیں
 ضروریات کے موقع پر رُپے پیسے سے بھی ان کی مدد
 کرتیں۔ ایک دن اسی طرح وہ شاہی محل سے بہت دُور
 نکل گئیں۔ اتفاق سے راستے میں بارش شروع ہو گئی۔
 ملکہ گھر سے چھری لے کر نہیں نکلی تھیں، بڑی ہریشان
 ہوئیں۔ سوچنے لگیں، بارش میں گھر کیسے پہنچوں ہمارے
 ہی ایک چھوٹا سا مکان نظر آیا۔ ملکہ اس مکان پر پہنچیں
 اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ اس مکان میں ایک عورت رہتی
 تھی۔ اس کا نام تھا مسز بلنگ۔ یہ عورت بہت بد مزاج
 اور جھگڑاوتھی۔ اس کی بد مزاجی سے سب عاجز تھے اس
 لیے کوئی اس سے ملنے تک نہ جاتا تھا۔ اگر کوئی بھولا
 بھٹکا اس کے گھر پہنچ جاتا تو وہ بڑی رکھاڑی سے پیش
 آتی۔ اس کا پہلا ہی سوال ہوتا: کیوں آئے؟

ملکہ نے دروازے پر دستک دی تو مسز بلنگ اندر
 سے سخت لہجے میں بولی، کون ہے؟ کیوں آئے؟

ملکہ نے نرمی سے جواب دیا، ایک دوست!۔
 پھر جب اس عورت نے دروازہ کھولا تو دیکھا
 کہ ایک عورت نہایت قیمتی پوشاک پہنے کھڑی ہے۔
 مسز بلنگ بادشہ میں اپنے دروازے پر ایک امیر عورت
 کو دیکھ کر حیران ہوئی۔

ملکہ نے مسز بلنگ سے کہا، بارش سے میرے
 کپڑے بھیک رہے ہیں اور مجھے جلدی گھر پہنچنا ہے۔ اگر
 آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی چھری دے دیں تو بڑی
 دہرائی ہوگی۔ گھر پہنچتے ہی واپس بھولادوں گی!

پہلے تو مسز بلنگ یہ سوچ کر کہ کہیں یہ عورت
 اس ہمارے سے میری چھری اُڑانا نہ چاہتی ہو مال مٹول
 کرنے لگی۔ پھر یہ سوچ کر کہ یہ عورت بڑی باحیثیت معلوم
 ہوتی ہے، ایسی حرکت نہیں کر سکتی، ایک بیٹھی پرانی سی
 چھری لے آئی اور بولی، ”چھری تو میرے پاس ایک اچھی
 بھی ہے، لیکن دوں گی نہیں۔ کیا معلوم تم گھر لے جا کر رکھ
 ہی لو۔ یہ ایک پرانی چھری دے رہی ہوں، مگر واپس کر
 دینا۔ ملکہ نے مسز بلنگ کا شکریہ ادا کیا اور چھری لے
 کر چلی گئیں۔ کوئی ایک گھنٹے بعد ایک شاہی پیادہ سنہری
 وردی پہنے مسز بلنگ کی چھری واپس لایا اور ملکہ کی طرف
 سے شکر گزاری کا پیغام بھی دیا۔

اب مسز بلنگ کو معلوم ہوا کہ وہ امیر عورت تو
 ملکہ دکنڈیا تھیں تو وہ اپنی گستاخی پر بہت شرمندہ ہوئی۔
 بار بار افسوس کرتی اور کہتی، ”ہائے مجھے کیا خبر تھی!“

جب کوئی نیکی کرتا ہے

سیہ نگہت ذہرا نقوی، نواب شاہ

”یہ تو بایا پندہ رُپے ادا ہاں اگر اور بھی کچھ
 ضرورت ہو تو بتا دینا میرا گھر وہ سامنے والا ہے۔“ عنبرین
 نے پندہ رُپے بڑے میاں کو دیے اور ان کی ڈھیروں
 دُمائیں لیتی ہنستی کھیاتی گھر چل دی۔ عنبرین اپنے گھر میں
 سب سے چھٹی تھی۔ اُس سے بڑے دو بھائی اور
 تین بہنیں تھیں۔ اس کے علاوہ اس کی اتنی آؤ اور نانہی
 جان پر مشعل ایک کتبہ جموڑے سے گھر میں قیام پذیر تھا۔

گھر کی آمدنی زیادہ نہ تھی، کہوں کہ کمانے والے صرف اس کے اوتھے اور باقی بچے ابھی تعلیم حاصل کر رہے تھے، مگر اس کے باوجود گھر کا خرچ احتیاط سے چلانے کی وجہ سے گند بسر ہوا ہی تھی۔ عزیزین پڑھنے میں بھی بہت تیز تھی۔ کلاس میں ہمیشہ اول آتی تھی۔ اس کے باوجود وہ مفرد نہ ہوئی، جس کی وجہ سے اس کی تمام ٹیچرز اور سہیلیاں اُسے بے انتہا چاہتی تھیں۔

ایک بار اس کے اسکول کی ایک لڑکی زخمی ہو گئی اور اسے خون کی بے انتہا ضرورت تھی مگر چہ اس گروپ کا خون ملنا کوئی مشکل کام نہ تھا، مگر کوئی اس کا رِخیر میں حقد لینے پر تیار نظر نہ آتا تھا۔ ایسے میں عزیزین نے بڑھ کر خون کا عطیہ دینے کا اعلان کیا۔ یہ تو خیر ایک معمولی بات تھی۔ وہ تو بڑی سے بڑی خدمت کرنے کے لیے سبھی ہر وقت تیار رہتی تھی۔ انھی باتوں کی وجہ سے وہ ہر آدمی کی آنکھ کا تارا تھی۔ اب تو کئی بچے اسے دیکھ کر ٹیک بٹتے جا رہے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ ایک وقت آیا کہ جب عزیزین کو ڈاکٹری کے لیے باہر جانے کا اسکا رشپ ملا اور وہ آنکھوں میں آنسو لیے اپنے بھائی بہنوں، رشتے داروں اور اپنی کئی سہیلیوں سے رخصت ہو گئی۔

عزیزین کو ملک سے گئے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ اب عزیزین کو ڈاکٹری کی ڈگری ملنے والی تھی کہ اسے اطلاع ملی کہ اس کی والدہ گر گئی ہیں، جس کی وجہ سے انھیں شدید جرمیں آئیں۔ گاڈل میں کوئی ڈاکٹر نہیں تھا۔

ہمدرد نونہال، اپریل ۱۹۸۳ء

یہ جبرئیل کر عزیزین رو پڑی۔ وہ بہت پریشان ہوئی اور خدا سے دُعا مانگنے لگی۔ جوش قسمتی سے اسے دوسرے روز ہی ڈاکٹری کی سند مل گئی اور وہ پاکستان روانہ ہو گئی۔

وہاں پہنچ کر وہ ایئر پورٹ سے گاڈل پہنچی۔ دروازے پر ہی تھی کہ اس کے کانوں میں لوگوں کے بولنے چلانے کی آوازیں آئیں۔ وہ ڈر گئی۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ شاید اس کی اتنی کو کچھ ہو گیا ہے۔ بہت کر کے تیزی سے گھومیں داخل ہوئی۔ دیکھا تو وہاں منقری کچھ اور تھا چارپائی پر اس کی اتنی جان لیٹی ہوئی تھیں اور آس پاس کئی لڑکیاں اور عمر تین جمع تھیں۔ جرحی اتنی جان نے اسے دیکھا خوشی سے مسکرائیں اور اسے گلے لگا لیا۔ سب اسے ڈاکٹر بننے کی مبارکباد دینے لگے۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکی، لیکن اس کی اتنی نے بتایا کہ تمہاری بچپن کی سہیلیاں بہت بڑے حلوص ثابت ہوئیں۔ انھوں نے تمہارے چلنے کے بعد ہمارا ہر طرح خیال رکھا۔ کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی اور جب میں زخمی ہوئی تو فوراً علاج کروایا اور اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔ یہ سن کر اس کی خوشیاں لوٹ آئیں۔

دو بھائیوں کی کہانی

محمد احمر شاہین، کراچی

اجمل صاحب ایک دفتر میں کلرک کے فرائض انجام دے رہے تھے اُن کے دو لڑکے تھے۔ ایک کا نام فیاض اور دوسرے کا نام جبار تھا۔ فیاض اسکول سے آنے کے بعد تمام وقت کھیل کود میں برباد کر دیتا، لیکن

جبار اسکول سے آنے کے بعد کچھ دیر آرام کرتا پھر پڑھائی میں مصروف ہوجاتا۔ یہ دیکھ کر فیاض کو ہنسی آجاتی اور وہ اس کا مذاق اڑاتا۔

دن گزرتے گئے اور جبار نویں کلاس میں پہنچ گیا۔ وہ سائنس کا طالب علم تھا خوب محنت سے پڑھتا رہا۔ اچھل صاحب اپنے بیٹے کا بلند حوصلہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور جبار کی اس لگن میں برابر کے شریک رہے اور پڑھائی میں اس کی مدد اور حوصلہ افزائی کرتے رہے۔ جب جبار کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو اس نے ایف اے کا امتحان دیا اور جب نتیجہ آیا تو وہ بہترین نمبروں سے کامیاب تھا۔ اُسے اچھل صاحب نے مزید پڑھنے کے لیے امریکا بھیج دیا اور وہ وہاں سے ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر کے وطن واپس آیا تو سب بہت خوش ہوئے۔ فیاض نے محنت نہیں کی تھی اور پڑھانیں تھا لہذا اسے شرمندگی اٹھانا پڑی، لیکن اچھل صاحب کو جبار کی وجہ سے اطمینان حاصل ہوا کہ ان کا بیٹا اپنی محنت اور لگن سے ڈاکٹر بن گیا۔

نہا مزدور

حفیظ الرحمن، کراچی

جیسے ہی ہماری دیرینہ سگنل پر ٹکی ایک گندہ سا میلے کپیلے



کپڑے پہنے پتھر جس کے
یال بے تحاشا بڑھے ہوتے
تھے میرے ساتھ والی کمر کی
کاشمش چمکانے لگا جب

سب فیضی صاف کر چکا تو میرے آگے اس نے اپنا نہا نہا ہاتھ پھیلا دیا۔ مجھے اس نئے مزدور پر بے حد ترس آیا جو اس چھوٹی سی عمر میں محنت کر کے لڑکچللا کبار ہاتھ میں لے اس کو اپنے آٹھ ٹپے میں سے دو ٹپے نکال کر دے دیے جو میں نے فوئال کا خاص ممبر خریدنے کے لیے جمع کیے تھے۔ اس نے خوشی خوشی مجھ سے ٹپے لینے کے لیے اپنے ننھے سے ہاتھ آگے بڑھائے اور ابھی ٹپے نے بھی نہ سکا تھا کہ سگنل کی دند بیتی جل کر سبز بیتی جل اُٹھی، اور دوسری گاڑیوں کے ساتھ ہی ہماری دین بھی ایک جھٹکے سے چل پڑی۔ وہ بے جا وہ ہاتھ پھیلائے ہماری دین کے پیچھے بھاگنے لگا۔ میں نے جلدی سے کمر کی سے ہاتھ نکال کر اس کی طرف دو ٹوٹ پھینک دیے۔ وہ پلٹ کر ٹوٹوں کی طرف بھاگا اور جیسے ہی اس نے ٹوٹ اُٹھائے پیچھے سے آنے والی ایک تیز رفتار بس نے اسے کچل دیا۔ پیچھے سے آنے والے باقی ٹریفک کے بریکوں کی خوف ناک پیچ میں اس کی آخری دلدور جھج بھی شامل تھی۔ میں نے دیکھا اس کے ہاتھ میں دو ٹوٹ ٹپے تھے اور ان پر لکھا تھا: "لڑکچللا میں جہالت ہے۔"

فوئال اپنے مضامین جتنے غمزدور خوش خطا کہیں گے، اتنی ہی جلدی اُن کا نمبر آئے گا۔ ہر مضمون "کہانی" نظم پر اپنا نام اور پورا پتا لکھنا نہ سمجھ لیے۔ یاد رکھیے منجھ کے صرف ایک طرف لکھیے۔

خط ہی خط

آسافر ہے گی۔

● نظم میں جناب تنویر بھول کی قائد اعظم کراچی اور

جناب مولانا قاتل کی کافی عارف بہ کیا گری بہت پسند آئی۔ بھلا

زندگی کو بہتر اور اعلیٰ بنانے میں ہر روز نونال کا بہت بڑا ہاتھ

ہے۔ دوسرا فرد ملک بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اس کو جلد ہی ختم نہ

کیجیے گا۔ اصل بات پوچھیں تو یہ رسالہ مجھے بھول کی طرح یاد آگیا

ہے۔

● سورتی بہت خوب صورت تھا کہ انیاں بھی اچھی تھیں۔

بہت پسند آئے۔ نونال ادیب میں سید ابراہیم حسنات کراچی کی کافی

اتفاق میں برکت بالکل نقل شدہ تھی۔ یہ بھلا دہری کتابوں میں ت

نوٹ کی گئی ہے۔ لطیفہ چٹ چٹ تھے۔ محمد فقیر شاہ، کمالیہ

[سید ابراہیم حسنات: یہ کیا کیا!]

● ہمدون نونال علاج کے شہدے میں صفحہ ۹۵ پر ایک نونال

ادیب عبدالغفار بلوچ ابراہیم کی طرف سے بھیجا ہوا ایک قوی تر

پھیپے ہے جو میرے والد مرحوم جناب عشرت دہری کی تخلیق ہے۔ یہ بڑا

_____ جامعہ اختر اودھا سچھل کی آواز میں کراچی ٹیلی فون

سے پدم پانتلی پر ٹیلی کاسٹ کیا گیا تھا۔ یا تو رسالہ نگار شاعر کا

نکھنا بھول گیا یا کتابت کے سہ سے شاعر کا نام چھپنا رہ گیا۔ بلوچ

ہمدون نونال کے اگلے شہدے میں آپ اس کی وضاحت چاہ دیں۔

سوسہ خاندان کراچی

ہیں اسوسہ نے عبدالغفار بلوچ ابراہیم کو جہاں عشرت دہری

کا نام لکھنا چاہیے تھا۔ اب ایک سال تک ان کی تحریر نہیں

چھپے گی۔

● میری رائے میں آپ لو مال کو بیسے میں دوچار مرد شاعر کراچی

کہوں کہ ایک جینے میں شائع ہوئے دالا نونال میں دو میں دن میں

بڑے ہوتی ہوں۔

محمد رسول، راول پٹری

● جب سب گورائے آئیں ہوں اودھا اپنی پسندیدہ سہیلوں

کا ذکر کرتے تو زیادہ ہیں بھائی آپ کو اور حکیم محمد سعید صاحب کو اپنا

دھن دینے ہیں۔ ہمارا خاندان بڑا مختصر ہے۔ اس جھوٹے سے کہنے میں

آپ لوگوں کا احترام جو محنت ہے وہ جری قابل غور ہے۔ ہمارے

گھر اسی کچھ کتابیں ہیں جن میں حکیم صاحب کی بڑا اثر زندگی کی کچھ

جھک آپ کے سفر نامے ہیں ادب اور نونال میں دوسرا فرد ملک جیسی

تحریریں بڑے حد تک بد خوشی ہوتی ہے۔ میرے پہلے بھی عرض کیا تھا

کہ کتابیں آپ کی کوئی ایسی کتاب میں بھی اصلیت ہوں نام بنا

دیں۔ نونال کا حسی اور بکھر آبا ہے مگر نقل شدہ تحریریں بڑے حد تک خوشی

نہیں ہوتی۔ نونال کی حقیریت کا راز ایک ماہ کے اشتہار میں ہے اسے

بندہ دفعہ دست کریں۔

شانت محمد قیصر دہری

[ایک معلوماتی کتاب: ہندو مشہور طبیب اور اس دماغ میں ہے۔]

● سورتی انتہائی جادب نظر تھا۔ جاگرونگ کا وہیشہ کی طرح منقو

اور بصیرت آموز تھا۔ اس ماہ کی کاوشوں میں بیانیہ کی روشنی مثال

ایک طرف اکیلا دلت میں مشر کا دانا بڑا سا نام دوسرا فرد ملک اور اپنی

یادداشت دیکھائیے۔ یہ حد پسند آئیں۔ میری بھی خواہش ہے کہ

نونال کو بندہ ہندو بنادیا جائے۔ دوسرا فرد ملک کتابی صورت میں

کب شائع ہوگی؟

خالد محمد مظلوم کراچی

[یہ نونال میں پوری پوری نہ کتابی شکل میں بھی آج لگے۔]

● مانی کی روشنی مثال، ایک طرف اکیلا دلت میں سنی آموز کہ انیاں

تصویر تجھے خوب جاد ہے ہیں۔ دوسرا فرد ملک آنے دن بکھرنا جا رہا

ہے۔

شیم اختر وادہ

● سورتی اسی طرح بنایا کروں۔ نونال ادیب اور تجھے روز

روز اچھے ہوتے جاد ہے ہیں۔ مرد از خان، حکم، راجا زاہد

حمید، شندو محمد خان۔

● جاگو جگڑ اور خیال کے بھول بہت پسند آئے۔ مضمون اپنی

یادداشت بہتر بنائیے۔ یہ حد پسند آیا۔ اب ہیں یاد کرنے میں بہت

- اٹکالہ سے محمد اصرودیم نے جو کھانا ہے کہ مال بدہ اندرہ
- کردی تو انھوں نے اسکل ٹھک لکھا ہے اور میرا بھی جہاں ہے
- لاٹھی سے سید محمد علی سے جو نظر پوشی بھی ہے وہ اردو کی ساتویں کتاب
- میں بھی موجود ہے۔ محمد ابراہیم ہاشم آباد
- سید محمد علی کا انھیں یہ دعا کی ہے۔
- نونہال کا معیار چلے سے شیعہ آباد ہے۔

محمد عیسیٰ ہاشم آبادی
 ● اس دفعہ میرزا ادیب کی کہانی "ایک روحانی رات میں" ایک
 ● ہنریں کاوش تھی۔ میرزا صاحب کی۔ رحرر ہمارے سے ایک سبق ملتی
 ● ہے۔ محمد عیسیٰ ہاشم آبادی
 ● سید دار کوئی دار۔ مارگری۔ جسے خود سے بیٹھا مول
 ● کیا آپ ایسی ہی کوئی اور سیدہ کو کہانی میں لکھ سکتے؟
 ● دوسرے کہ جی
 ● ان تہ۔ لہذا دوسری اس سے بھی سیدہ کو کہانی سنانے
 ● کر سکتے۔

● نونہال ہمارے سب گھولے بہت ہی خرق سے پڑھتے
 ● ہیں جسے دار طبع بہت ہی پسند آئے۔ محمد اکرم کراچی
 ● جنی معلومات میں آپ کے رسالے سے ملی ہے اسی معلومات
 ● انھیں تک کہ رسالے سے ملتی ملی۔ احمد خیر کراچی
 ● دھماخو دو ملک اچھا سا سلسلہ ہے۔ ایک روحانی رات میں ہم بہت
 ● بہتر ہوا اور دیکھو ان بڑے سنانا کہانی بہت پسند آئی۔

● رحیم بخش جھوٹا شکار پورہ
 ● آپ نے خاص شریعت کے ہمارے ایک خوبش تو پوری کر
 ● دی ہے کیا قیامت دہی کا کام نکال کرے گا اور انہیں "خط" کا
 ● کام آپ کا اتنا اچھے جوابات دیے سے بہت اچھا اور خوش ہو گیا
 ● ہے۔ محمد ابراہیم گوارا
 ● "خط" بنی خط" بھی گو یا محمدی بنیادی قلمی دہی ہی ہے۔

● مزاج صاحب کا بڑا اچھا تحریر کردہ مضمون تھا بغیر سدا
 ● رسالہ خوب بہت تھا۔ پڑھنے میں پوری کا احساس مانگل نہیں ہوا۔
 ● فرخ میر شیخ لاہور

محمد و نونہال، اپریل ۱۹۸۳ء

● دور کا خوب صورت نونہال ہمارے دل کی آرزو ہے۔
 ● بعد رسالہ میری قلمی کتابیں اٹکالہ سے ہیں یا اور بیٹھے بھی پڑھ کر
 ● آج کل پر سے شائع ہو رہے ہیں، انی ہمارے طریقہ کار ہمارے دل کی آواز
 ● کا مضمون اسکا تاریخ نویسی، رسالہ کرے نوک پڑے میں جگہ سے ملتی ہے
 ● حافظ احمد علی اللہ شاہ کراچی

● کہنے پنا پتا نہیں لکھا ہاں ہے جواب بہت ہے۔

● میں تو مال کا باقی دیکھ کر سے ملے اندر کرلی ہوں۔ سوال سب
 ● سے دل چاہی۔ معلوماتی اور مقبول عام رسالہ ہے۔ ہمارے گھر سے بھی
 ● حیات اشتیاق سے یہ رسالہ بیٹھے ہیں۔ محمد ممتاز سحر و صبر ہوا
 ● ● آپ جو مال لکھنا لکھنے کے لیے بھی بڑے محنت کرنا کہ ایک صفحہ
 ● مودت سب لکھیں، لکھنے کے لیے کام میں گھر کے شعلی ہاں ہی ہوتی
 ● چاہیں سلا اگر ایک جرح اب ہو جائے ناٹو جلتے ناٹو سے دودھا
 ● کس طرح استعمال میں لایا جاسکتا ہے اور اسی طرح کی باتیں شائع
 ● کر سکتے ہیں کہ شعلی گھر ٹوکا مول ہے۔ شازبہ خدیج اسلام آباد
 ● دوری کا، دودھان بڑھا بہت پسند آیا۔ صاحب طوید

● جاگو جگاؤ، دہائی کی دوش مثال، ایک روحانی رات میں "علامہ امین الدین
 ● کی نظم کسان" معراج صاحب کی کہانی مٹر کا دن بڑا سنا اور دوسرا
 ● دھمک بہت ہی پسند آئی۔ رسالہ ادیب میں علامہ احمد نے نظم چھپائی
 ● جی "اردو کی تہذیبی کتاب سے نقل کی ہے۔ سلیمان خان، کراچی
 ● علامہ احمد نے بنا نقصان کیا۔ نونہال کی کہانی ہے کہ اگر نقل
 ● کر لے گا اور کو ہر شے کے لیے شائع کرنا بند کر دیا جائے

● ہوتا سکرنا اور بچوں جیسا خوب صورت بہت دور مال جلد
 ● مل گیا۔ مثال بہت ہی عمدہ تھوڑی دقت آتی ہے یا جاگو جگاؤ پر نظر
 ● پڑی جو پڑے ہوئے۔ اس کے بعد خیال کے بھول بھی بہت
 ● پسند آیا۔ فرخ میر لاہور

● محمد اشتیاق امرتسار
 ● یہ شمارہ ہر لحاظ سے خوب بہت ہے۔ جاگو جگاؤ اور دوسرا
 ● دھمک نونہال کی جگہ ہیں۔ عارف بہ کیا گزری نہایت خوب صورت سلسلہ
 ● ہے۔ ہر کتب نونہال سلسلہ کے بیچ میں چکتا ہوا چاند ہے اور ہر کتب
 ● اس چاند کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ امیری واسع کراچی

• بادشاہ کے مجدد لوہال میں کچھ کہا سوں کی تعداد سب جناب مشتاق
نے بھی سنا تھا یہیں مشتاق صاحب کاروں کو بہت جگہ ہائے میں،
لیکن ان کی بنائی ہوئی تصویریں کہا سوں میں ابھی نہیں لکھیں لکھا سوں
کے لیے تصویریں کسی اور آرٹسٹ سے چلا کر لیں۔

• اناب نامہ قریشی مجدد باد
• حوری حوری کے شادی بڑھ کر بہت خوشی ہوئی بھری
فرد پر وہ فورا سارے بہت اچھے تھے۔ ایک صاحب خدا شیک نہیں لگی
کہ نیا سال شروع ہوا تو آپ نے ہم لوہال کا نام "ہدی خط" کر
دیا۔ یہ نام ہم لوہال سے اچھا نہیں ہے۔ ہم لوہال سے یوں محسوس
ہوتا تھا کہ جیسے ہوا ہم لوہال میں تھا کہ ان کا اجتماع ہوتا ہوا اور
جائے میں بھائیوں کے خیالات ہم تک پہنچے ہوں۔ میں اپنے بھائی
کی تصویر بھیج رہی ہوں۔ آپ کے پاس کان کی دوا بھیج گئی تھی؟
ذرا قہقہے کا مطلب تو تاد بھیجے۔ کھور سید لودھی، لوہا شاہ

آپ نے کئی باتیں لکھ ڈالیں، بہت مند لوہال میں در سال
تک کے مصروف بھائی کی تصویریں دی ساقی ہیں، اس لیے بھائی
کی تصویر جگہ نہ پاسکے گی، (۲) کان کی دوا کسی، کسی کی، (کروں)،
(۳) شعبے کے معنی ہیں وہ ماری یا کھیل جو جادو یا جادو کی
سے دکھایا جائے۔ دھوکے یا قیوس کے معنی بھی آتے ہیں۔

• اس بار خط لکھنے کا حرف ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ س
لوہال ادیب میں ایسی انہیں شائع کی جا رہی ہیں جو کہ دیکھ کر ان لوہ
میں ہوئی ہیں اور سچو صلی شاعر کا نام بھی نہیں بتایا جاتا۔ برائے
مہربانی ایسا نہ کریں۔
فرناز اختر کرچی
آپ ہی اس کا کوئی طریقہ بتائیے۔

• آپ سے درخواست ہے کہ آپ دعا فرمائیں کہ میں لڑک
کے امتحان میں اچھے سروں سے کام لے کر ہائی کا مقررہ دیکھوں۔
حیدر الرحمن نیچ، بدوڑی

حفیظ میاں: اللہ نے جانتا تو تمہاری محنت لے گا میں سامنے
لگی۔

• فوری کا تو حال سب گھوڑاں کو بے حد پسند آیا۔ سرور ق
بھی بہت پسند تھا۔
شہناز فاطمہ نقوی، کرچی

مجدد لوہال، اپریل ۱۹۹۳ء

• فوری کا شادی بیٹہ کی طرح اچھا تھا اور کہا نیاں لاجواب
تھیو میں لوہال، تھے شوق سے پڑھی بھول کر پورا عیند اس کے
ان خطا میں گزرتا ہے۔ میں کسی چیز میں آپ تک سمجھتی ہوں، لیکن
میری ایک چیز بھی نہیں سمجھتی، کہا آپ کو ہم سے دشمنی ہے۔ اگر آپ
بے میری چیز میں سر چھاپیں تو میں حریف نہ کیا لکھا بھی جو بڑھ لگی۔
نیر علی، کرچی

سیر، عقدہ شوک دو اور محنت کیے جاؤ۔

• اس لوہال کے میں نے کچھ خداوند سے رہی ہوں (۱)
ہوا ہ سانس صوفی مرشد ہونا چاہیے۔ (۲) سانس دانی کی زندگی
کے حالات، مشاہدات، تجزیے اور ایمانوں پر مشتمل ایک مصروف
مہر چاہیے۔ (۳) لوگوں کا ایک صفی مقرر کریں اور اس میں
لوگوں کی بنائی ہوئی تصویریں اور دوسری چیزیں اور انہیں مانے
ہوئے بھول، بد نہ سے وغیرہ شائع کریں۔ (۴) کہا سوں کا معیار گزرتا
جا رہا ہے مہربانی کہ اس پر لودھی جٹیلوں کی تعداد بھی بڑھا
دی جاوے، تو حال ادیب کے صفحات بڑھادیں۔

• راجہ عطا شاہ غلام محمد خان
• اس دفعہ جاگڑا میں حکیم محمد سعید صاحب نے ہمیں
نہایت قیمتی مشورے سے نوازا اس دفعہ ہم سودا اور برکاتی
صاحب کی بھلی بات سے محروم رہے۔ مجھے پہلے کی طرح ضرورت
تھی کہانی مٹھا دارانہ ڈاٹاباز کا مرصعہ پانوں، ایک ہر کردینے والی
کہانی تھی جیسا کہ ہر ذوق اقبال کی کہانی مارت بہ کاکری بھی ایک ہی
دار سے میں چکر لگا رہی ہے کیا ادارہ اس دفعہ بھی لوہال کا خاص
نرسا لے کر لے گا، ان شاء اللہ یہ شہر علم یعنی مدینہ الحکمت لندن کے
تیلو وین میٹر اور اوکسفرڈ یونیورسٹی سے بھی بڑھ چڑھ کر ہوگا۔
محمد مہر خانہ شاہ لودھا کر
ان شاء اللہ خاص مرشد شائع ہوگا۔

• مجھے یہ حال کرچی خوشی ہوئی کہ مدینہ الحکمت کا اتنا
بڑا مصروف سانا ہے اور سنگ نیلا کی اس دم کو توڑا اور ہر شے
علمی شاعر، پروفیسر سانس دان، قانون دان، ادیب و صحافی اور
دوسری قابل شخصیتوں سے مل کر سنگ بنیاد لگے۔ یہ ایک اچھا

فرقت ہے۔

عمر سعد کا زمانہ

● جاگوں گا میں جناب حکیم عمر سعد نے بہت اچھے مشورے دیے۔ کہا میں میں مرکاوان بڑا سنا بہت پسند آئی۔ آپ نے برم لودہاں جیسا مشورہ نام ہاں لکھا یہی خط جیسا امام یوں رکھا میں آپ کی یہ تہہ پہنڈ نہ آئی۔ میری تو میں میرا گوہر پر لکائی

ام کے صرف تہہ پہنڈ کے خیال سے عمر سعد ہلاکتا مگر کسی نونہاں کو نیا عمر سعد نہیں آیا لہذا آئندہ سے ہم نونہاں ہی رہے گا۔

● جناب حکیم عمر سعد کا جاگوں گا میں بہت پسند آیا اور جناب حکیم عمر سعد نے جو مدد تہہ افکات کی بہادر کہی۔ میں اس کے لیے ان کو بہاں کا باد دیتا ہوں۔ دوسرا فردک کی کئی قسطن باقی ہیں تاکہ یہ پتیل جانے کہ یہ کئی صورت میں خالص ہوگا کہ نہیں خیال کے بول اس دفعہ بہت پسند آئے اور لکھنے بھی اچھے تھے۔

فرزادہ کا نام

● کئی تم بہت بہادر ہو راشد کے والد کا نام صفحہ ۳۲ پر شاول خان صاحب لکھا ہے۔ اسی کے کئی بیٹوں میں سولہ بھائی راشد کے والد کا نام صادق صاحب ہے اور ان کے صفحہ پر بھی راشد کے ابو صادق خان لکھا ہے۔

راشد کے والد کا نام صادق ہے۔ شروع میں شاخاب خاں غلط چھپ گیا۔

● میں نے آپ کو ایک تجویز سلسلہ کھلاڑیوں کے انڈو کے بارے میں دی تھی۔ میں نونہاں دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ ہر سلسلہ اپنی مثال آپ دیکھتا ہے جاگوں گا میں ہاں پسند یہ کام ہے۔ اس کام میں جناب حکیم عمر سعد صاحب ہیں بہت ہی اچھے طریقے سے نصیحت کرتے ہیں۔ تحسین وی فاروقی لارہا شاہ کھلاڑیوں کے بارے میں فیچر شروع کیا جا رہا ہے۔

● میں تو یہاں چھ سال سے لودہاں کو باقاعدگی سے پڑھتی ہوں اور کچھ نہ کچھ سمجھتی رہتی ہوں جو ۸۳ء کو میں نے ایک نظم "روشنی کے علم" بھی اور شاعر کا نام نہیں لکھا۔ یہ میری غلطی تھی۔ سہارا ج میں میرے دوست سے ساتھیوں نے شکایت کی اور میں

۱۹۸۳ء، اپریل ۲۱

نے ایک سال تک مزاحیہ اور میری کوئی تحریر نہیں چھپی۔ اب میں نظم جو ۸۳ء کو لکھی تھی سے سیر ہوئی نے کبھی اور شاعر کا نام نہیں لکھا اور حنون روشنی کے علم کے بھانے روشنی کر دیا۔ کیا اس میری تحریر چھپ سکے گی۔

ہاں اب تمہیں غلطی کا احساس ہو گیا ہے اب جو غلطی ہوئی تھی اس کی ترمیم ہو گئی وہ چھپ سکے گی۔

● اپنی یادداشت بہتر بنائے بہت اچھا تھا۔ ہاں نے گھر والے وہ ہم کو بہت مانتے ہیں۔ جس طرح کے کالی بلی نظر آگئی تو کہیں گے کہ کچھ ہونے والا ہے اب تو میں بھی اس بات کا شکار ہو گیا ہوں اور بہت سے پاکستانی اس بات کا شکار ہیں۔ ہم کو آپ یہ بتائیے کہ ہم کو کرنا اچھی بات ہے یا نہیں کیا یہ سب وہم ہے یا واقعی ایسا ہوتا ہے۔

میاں ام تو خود کھدار ہو۔ یہ سب وہم ہے اور وہم اچھی بات نہیں ہے وہم کی کوئی اصلیت نہیں ہوتی۔

● یہ چھ کہے حد خوشی ہوئی کہ مدینہ الحکمت "کاسنگ" میلہ رکھ دیا گیا میری اور میرے والدین اور میرے بھی بھائیوں کی جانب سے جناب محرم حکیم عمر سعد کو بے حد مبارک باد چھل ہو۔

● سب سے پہلے رسالے میں جاگوں گا میں جناب حکیم عمر سعد پڑھا۔ خیانتی کی دلوشن مثال ایک طوفانی رات میں لارہا پڑاؤں اور دینی بیل۔ اندھوں کو روشنی دینے والا ڈاکٹر سہیل برکاتی اور بارش کا ملاقا (راسامیل برکاتی) تھے، خاتلہ کا سرخ کسان، تم بہت بہادر ہو روزہ ہارڈ کپک، مرکاوان بڑا سنا اور جناب معراج اور دوسرا فردک (مسعود احمد برکاتی) کا شیلے واراضون اور اوراق یہ کیا گزرتا جناب مہروز اقبال بہت پسند آئی۔ اور جاگوں گا میں کتاب چھپ چکی ہے تو اطلاع فراہمیں محنت مند لودہاں میں اگر تصویر بھیج جائے تو کیا آپ شائع کر دیں گے اور تصویر کو دیکھیں بھیج دیں گے۔

راہیل احمد پڑاؤں اور لودہاں جاگوں گا میں بھی نہیں چھپی۔ تصویر شائع کرنے کے بعد میں

نہیں کی جاتی۔

ہمدرد گھٹی

بچوں کے نظام ہضم کے لئے ایک قدرتی دوا

چنیدہ نباتات سے صدیوں پرانے اصولوں پر تیار کردہ ہمدرد گھٹی نومولود بچوں کا پیٹ صاف کرنے کے لئے ایک قدرتی دوا ہے۔ انتہائی خوش ذائقہ ہمدرد گھٹی بچوں کو گیس، قبض اور پیٹ کی بہت سی دوسری تکلیفوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

خوش ذائقہ
ہمدرد گھٹی



معلومات عامہ ۲۱۲ کے صحیح جوابات

ہمدرد نونال کی مقبولیت میں جیسے جیسے اضافہ ہوتا جا رہا ہے معلومات عامہ کے جوابات اور ٹھوس میں بھیجے والی کی تعداد بھی بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم سے بعض نونالوں نے شکایت کی ہے کہ ہماری ٹھوس میں کیوں شائع نہیں کی گئیں جب کہ ہمارے تمام جوابات درست تھے۔ بات یہ ہے جن کی عمر بھی بڑھ گئی ہے یا وہ اپنی عمر و محنت کی وجہ سے ماشاء اللہ جوان معلوم ہوتے ہیں ان کی ٹھوس میں نونالوں کے ساتھ کچھ بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اس لیے ہم ذرا تامل کرتے ہیں۔ ویسے بھی اصل چیز تو نام ہے۔ نام بہت بڑا انعام۔ معلومات عامہ ۲۱۲ کے صحیح جوابات یہ ہیں۔

- ۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی بہن نہیں تھے، آپ اکلوتے تھے۔
- ۲۔ درخت پر لگا ہوا آم ہم توڑ کر کھائیں گے۔
- ۳۔ اگرچہ میں کسی کو فکرِ شرعی صلاح نہیں دیا کرتا، لیکن تمہاری نسبت میرا خیال ہے کہ اگر تم شرع کو سمجھو گے تو اپنی طبیعت پر سخت ظلم کرو گے۔ غالب نے یہ بات خواجہ الطاف حسین حالی کے بارے میں کہی تھی۔
- ۴۔ عیسوی کیلنڈر میں تیس دن کے چار مہینے ہوتے ہیں، یعنی اپریل، جون، ستمبر، نومبر۔
- ۵۔ "لب" میں تین حروف ملانے سے ملک لبنان کا نام بن جاتا ہے۔
- ۶۔ کرکٹ کے کھیل میں جب آٹھواں کھلاڑی سینک کرنے جا رہا ہو تو چھ کھلاڑی آؤٹ ہو چکے ہوں گے۔
- ۷۔ پاکستان کی حسین ترین وادی ہنزہ کا مقبول ترین کھیل پولو ہے۔
- ۸۔ ابراہیل وہ عیسوی مہینہ ہے جس کے پہلے اردو کے دو حروف ہٹا دینے سے بڑی سواری ریل بن جاتی ہے۔
- ۹۔ اٹلس پہاڑ بڑا عظیم افریقہ میں ہے۔
- ۱۰۔ پہلے رنگ میں ذرا سا مسوخ رنگ ملانے سے نارنجی رنگ بن جاتا ہے۔

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی	انجم پریوین	گٹو اسد	مسعود حید
گوہرولی	محمد سلمان	محمد جواد نقوی	قلعہ کوہاٹ
نور پناہ	عثمان اجاز	جیکب آباد	عبدالوہاب
نہدر مارضوی	شبانہ عزیز	علامہ محمد نوافی	ابن شیریں
شہناز فاطمہ نقوی	غیراز علی نقوی	ایم یونس تبسم	سانگھڑ
نوشین ذہرا	شبانہ ایس محمد	ہدایت علی سید	ماہر محمد الرحمن رند
سیدہ منار رفیق	روہی ناز	تمہ بیلا ٹاؤن شپ	محمد امین سیف الملوک
ماہر رخ	شبانہ ممتاز	راہا تحسین پرنس	مختلف شہروں سے
سلیم اللہ عباسی	عاشی عبد الکریم	گور جیل	فرخندہ اظہر اسلام آباد
محمد سبیل	آصف رضا	کھلاہٹ ٹاؤن شپ	افتخار احمد کوڑی
کامران حفیظ علوی	اجاز عالم	محمد الیوب خان	احمد جبار شیخوپورہ
عاصمہ حفیظ علوی	محمد معاذ چہ بان	حق نواز چہ بدری	شکیلہ احمد عروڑ
محمد اکرم	فتال رضوی	خیر ولد میرس	محمد حیات ہاشم بہام شہر
شہناز فاطمہ	تحسین فاطمہ عیسیٰ	ہشتر سلطانہ	

دس صحیح جوابات بھیجنے والوں کی تصاویر



احمد دکنی، اپریل ۱۹۸۳ء

				
محمد ناضی، کراچی	شادیہ قادری، کراچی	اسعد میرزا، خیرپور میرسی	انور ذکا قمرانی، کراچی	محمد یوسف درانی، کراچی
				
شفیق حسین، کراچی	محمد حاروف، کراچی	انتخاب عالم، کراچی	محمد ظفر عالم، کراچی	نظر الیوب، کراچی
				
محمد اسلم، کراچی	شاهمان سلیم، کراچی	اقبال خان، کراچی	فرید حسی، کراچی	محمد سعید، کراچی
				
محمد حفیظ، کراچی	یاسر نوید، کراچی	ریاض نادیق، کراچی	سید محمد علی عباس، کراچی	سید حسین عباس، کراچی
				
محمد جاوید، کراچی	پرینس فہیم الرحمن، کراچی	محمد پرویز، کراچی	ریاض احمد، کراچی	اے نیر، کراچی



سفر میں کارمینا ساتھ رکھیے

سفر مختصر ہو یا طویل سفر کی تھکان آپ دھوا
اور کھانے پینے کے معمول میں تبدیلی عموماً
نظام ہضم کو متاثر کرتی ہیں۔
دوران سفر اپنی غذا کا خاص خیال رکھیے۔
آپ شاپ اور مرج مسلے دار
اشیائے خوردنی سے پرہیز کیجیے۔
بد سستی، قبض، گیس، سینے کی جلن
اور تیزابیت وغیرہ کی صورت میں
کارمینا استعمال کیجیے۔



کارمینا

کارمینا ہمیشہ گھر میں رکھیے
نظام ہضم کو بیدار کرتی ہے، معدے
اور آنتوں کے افعال کو منظم و درست کرتی ہے



ہم خدمت مطلق کرتے ہیں

ادار اخلاق

دیانت داری خود اعتمادی پیدا کرتی ہے



شوکت محمد ننگ، کراچی | سہیل حسن، کراچی | ہمدان خان، کراچی | ندیم سرفراز، کراچی

نو صحیح جوابات بھیجنے والوں کے نام

کراچی	کاشف عبدالکریم	سید مدثر حسین	ابنی جلیل
محمد محبوب الرحمن	ابنی	سید نسیم شاہ رفیقہ	عرفان القدوس
مسرت پرہیز	امجد حسین بھٹی	محمد علی حیدر	معین الدین صدیقی
جمال قادر	یاسر منصور عالم	محمد انصاری الدین حیدر	شگفتہ اطہار
ندیم انوار	کنول شفا	شرکت صلاح الدین	شازیہ ناز
محمد زمان خاں	عبدالحمید	محمد ابو ظفر علی	فرخ ضیفی
سید عابد یاسر زیدی	نوشابہ اود	مرتضیٰ امیر علی	شازیہ ہاشم
احمد علی بلوچ	عرفان احمد انصاری	رشید امیر علی	فوزیہ افضل
محمد طاہق سورتی	شازیہ پروین لودی	حفیظ الرحمن	سمیرہ حسین رضوی
سید زین العابدین زیدی	دلہیزہ صدیقی	نوبہ وہاب زہیری	رخشنہ ریاض
احمد ندیم خواجہ	محمد منیر احمد	عبدالعمران خاں	سکھر
راشد منصور عالم	ادیس احمد قدوائی	سید فخر الحسن زیدی	شفاء الحسن انصاری
ہمایا منصور عالم	سلمیٰ ارشد	رعنا ندیر	نثار الدین صدیقی
علفی منصور عالم	فرزانہ فدیہ	غلام عباس اکبر علی	محمد شائق بدیع قریشی
نورین عبدالکریم	محمد اجمل خاں	حبیب علی اکبر علی	تابندہ سحر انصاری
نوبہ رشید احمد	محمد امین	سیف الدین کامران	عبد القدیر زہیری
ضیہ غایت	عبدالغلام عبدالشکور	عبدالحمید اخوان	نواب زیدی

راشرخاں	حیدر آباد	قرۃ العین خالدی	امتیاز حسین
ٹنڈو آدم	ملہ جیس قدر	اسلام آباد	ہری پور ہزارہ
سید رفیع علی	محمد انور	نوان فروز	تبسم شاہین
ریحانہ زبیدی	کیڈٹ عامر خاں	نہیند یوسف حسین	حاجی احمد سعید
مرزا قیصر بیگ	رحمہ محمد	سید وسیم علی	مختلف شہروں سے
مرزا فیصل بیگ	قرائند	سید علی اسد	عاطف عباس، لاہور
عظمیٰ کوثر	نواب شاہ	رہنا یوسف حسین	سرفراز احمد، لاڑکانہ
سید ذیشان اقبال	محسن رجب علی	محمد سلیم خیر الدین	جاوید ارشد انصاری، بہاول نگر
اشرف حسین انصاری	جاوید ممتاز خان زلہ	خیر بلور میرس	حفیظ الرحمن شیخ، روہڑی
منظر اقبال، گوجران	اقبال خالدی	خورشید بانو انصاری	شہزاد احمد، نئی کراچی

نو نہال ادیب کے لیے جو نو نہال مضامین اور کہانیاں بھیجتے ہیں انہیں چاہیے کہ مضمون یا کہانی مختصر لکھیں تاکہ جلد شائع ہو سکے۔ کوئی بھی تحریر صفحے کے ایک طرف حاشیہ اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور آخر میں اپنا نام اور مکمل پتہ صاف اور خوش خط لکھیں۔ لفافے پر اپنا پتہ لکھنے کے بجائے ہر تحریر کے آخر میں ضرور لکھیے۔ کسی شاعر کی نظم اگر بھیجیں تو شاعر کا نام ضرور لکھیں۔ اپنے نام سے ہرگز نہ بھیجیں۔ اسی طرح ترجمہ کی ہوئی کہانیوں میں مصنف اور کتاب کا حوالہ ضرور دیں۔

اہم موقعوں کی مناسبت سے لکھے جانے والے مضامین تین ماہ پہلے روانہ کریں۔ تاریخ، شخصیات، تحقیق، مسائل اور اہم واقعات پر لکھے گئے مضامین بھیجتے وقت ان کتابوں کا حوالہ ضرور دیں جن کی مدد سے آپ نے مضمون تیار کیا۔ ایسے مضامین لکھتے وقت آپ مختلف کتابوں سے تحقیق کر لیا کریں تاکہ تاریخ اور واقعات میں اختلاف نہ ہو۔ بالخصوص مذہبی مضامین میں یہ احتیاط بہت ضروری ہے۔ دراصل ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ نو نہال کے قارئین کو بالکل صحیح معلومات فراہم ہوں۔

نقل شدہ مضامین، کہانیاں اور نظمیں کثرت سے موصول ہوتی ہیں۔ یہ اخلاقی خوبی نہیں ہے۔ ان نو نہالوں کو جو دوسروں کی تحریریں اپنے نام سے بھیجتے ہیں دوسرے نو نہال اچھا نہیں سمجھتے۔ لہذا ان کی شہرت کے بجائے بدنامی ہوتی ہے اور آئندہ ان کا نام شائع ہونا بند ہو جاتا ہے۔ خود محنت کر کے کچھ لکھیے۔ اس سے آپ کی قابلیت بھی بڑھے گی اور شہرت بھی ہوگی۔

لحمیات (پروٹینز) کے وجود سے روئے زمین پر حیات ممکن ہوئی!

حیات انسانی اور صحت جسمانی کے لئے لحمیات (پروٹینز) خوراک کا اہم جز ہیں۔
انسان کی انفرادیت و شخصیت اور اعمال و وظائف کی تکمیل اور
نیالت کی توانائی لحمیات کے بغیر ممکن نہیں۔ لحمینا چندہ جڑی بوٹیوں
پروٹینز، کاربوہائیڈریٹس اور دیگر غذائی اجزاء کا ایک متوازن مرکب ہے۔
روزانہ کے تھکا دینے والے کام جب جسم انسانی کے کل پروٹینز کو کمزور
کر دیتے ہیں، تو وہ صرف پروٹینز سے دوبارہ نشوونما حاصل کرتے ہیں۔
لحمینا بطور جسم انسانی کے لئے ایک مفید اور قابل اعتماد
غذائی معاون ہے۔
لحمینا کار و زمرہ ہوتا ہے، جس سے استعمال جسم انسانی کی نشوونما کو
برقرار رکھتا ہے اور جسم میں توانائی پیدا کرتا ہے۔
خاندان کے ہر فرد کے لئے ایک مکمل غذائی ماہک

لحمینا - برائے اسٹیمنا



جہ خدمت مانی کرتے ہیں



رجسٹرڈ ایس نمبر ۱۹۰۳

نورڈ
نوںہال

اپریل ۱۹۸۳ء



مناسب احتیاط اور شعلین کے بروقت استعمال سے
ان تکالیف کا تدارک کیا جاسکتا ہے۔ جزی بوتیوں سے تیار شدہ
شعلین نزلہ زکام اور کھانسی کا مفید علاج بھی ہے
اور ان سے بچاؤ کی تدبیر بھی۔

نورڈ
محکمہ صحت

جانک سے عام
سوزش اور پتیش
کے لیے مفید
ایک پورا رات
کھول دیتی ہے

224

پاکستان صحت کونسل

شعلین

نزلہ زکام اور کھانسی کی تھیراپی

